وہابی، دیوبندی اور تبلیغی جماعت کے

حکیم الامت مولانا تھانوی کی

علمی صلاحیت

مصنف

مناظر اہل سنت، ماہر رضویات، علامہ عبدالستار ہمدانی "مصروفؔ"

(برکاتی، نوری)

ناشر

مرکز أہل السنّۃ برکات رضا

امام احمد رضا روڈ، میمن واڈ

پوربندر، گجرات (الھند)

نام کتاب:	وہابی، دیوبندی اور تبلیغی جماعت کے حکیم الامت مولانا تھانوی کی علمی صلاحیت
مصنف:	مناظر اہل سنت علامہ عبدالستار ہمدانی ''مصروفؔ''
تخریج وتصحیح:	حضرت علامہ مفتی انوار احمد بغدادی
کمپوزنگ:	محمد معین ترکی، پوربندر
پروف ریڈنگ:	حضرت علامہ محمد انجم مصباحی
تعداد:	۱۱۰۰ (گیارہ سو)
سن اشاعت:	۱۴۳۰ھ/ ۲۰۰۹ء
ناشر:	مرکز اہل سنت برکات رضا، پوربندر (گجرات)
باہتمام:	علامہ عبدالستار ہمدانی، مصروفؔ برکاتی، نوری

ملنے کے پتے

- Darul Uloom Ghause Aazam, Porbandar - 360575
- Mohammadi Book Depot, Matia Mahal, Delhi-6
- Kutub Khana Amjadia, Matia Mahal, Delhi-6
- Arshi Sari Center, Heidrabad (A.P.)

عرض ناشر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَ نُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ الْکَرِیْم

تحریر وقلم کی اہمیت وافادیت ہر دور میں مسلم رہی ہے۔اور وحی الٰہی کی ابتدائی آیات میں ”علّم بالقم“ فرما کر قلم کی عظمت ووقعت کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے۔اور اسلام کی اشاعت و فروغ میں بھی ”جہاد بالقلم“ کو اساسی حیثیت حاصل ہے۔حتی کہ آج ہمارے پاس بھی اسلام کی تعلیمات فقط تحریری شکل میں موجود ہے، ہمارے اسلاف صحابہ کرام سے لے کر ماضی قریب کے معزز علمائے کرام نے اپنی آخری سانس تک جہاد بالقلم فرما کر ہم سب کے لیے لائق تقلید کارنامہ انجام دیا۔ گذشتہ ہجری کے **مجدد برحق امام اہل سنت، اعلیٰ حضرت محدث بریلوی** علیہ الرحمہ نے اپنی زندگی کے قیمتی لمحات کو لوح وقلم کے ذریعہ ہزاروں صفحات پر تصنیفات وتحریرات کا ایمان افروز سرمایہ امت مسلمہ کو عطا فرما کر پوری امت پر احسان عظیم فرمایا۔ان کا یہ کارنامہ رہتی دنیا تک قائم رہے گا، انشاء اللہ۔

آج چہار جانب دشمنان اسلام وسنیت اپنی اپنی باطل تحریروں کو عام کر کے امت مسلمہ کو گمراہیت کی گھٹا ٹوپ تاریکی میں پہنچانے کی کوشش میں سرگرم عمل ہیں۔ان حالات سے نمٹنے کے لیے ضروری ہے کہ اعلیٰ حضرت محقق بریلوی علیہ الرحمہ اور اہل سنت والجماعت کے عظیم علماء اور محققین کی تعلیمات وتصنیفات کو نیز اسلاف کرام کے افکار ونظریات کو عام کر دیا جائے۔

صوبۂ گجرات کے شہر پوربندر میں ان ہی حالات کے پیش نظر ”مرکز اہل سنت برکات رضا“ کی داغ بیل ڈالی گئی۔جس کے بانی ومؤسس مناظر اہل سنت، علامہ عبدالستار ہمدانی صاحب ہیں، جو خود بھی ایک عظیم مصنف، شعلہ بیان مقرر اور مناظر کی حیثیت سے عوام وخواص اہل سنت کے مابین متعارف ہیں۔آپ سیدی سرکار مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمہ سے بیعت وارادت اور خلافت رکھتے ہیں،

سیدی اعلیٰ حضرت سے سچی عقیدت ومحبت کے ساتھ آپ کے مسلک اور مشن کو پھیلانے کی جدوجہد میں لگے رہتے ہیں۔

مرکز اہل سنت مختصر عرصہ میں 265 کتابیں شائع کر کے دسیوں ملک میں پہنچا چکا ہے، جو زیادہ تر عربی زبان میں ہیں، اوراس کے علاوہ اردو، انگریزی، فارسی، ہندی، گجراتی اور ملیالم زبان میں بھی ہیں۔ان کتابوں میں زیادہ تر وہ کتابیں ہیں جو یا تو اعلیٰ حضرت کی عربی تصنیفات تھیں یا پھر آپ کی اردو تصنیفات کو عربی جامہ پہنایا گیا، پھران کو تحقیق وتخریج سے آراستہ کیا گیا، اس کے علاوہ اسلاف کرام کی عربی تصنیفات کو جدید کمپوزنگ اور دیدہ زیب ٹائیٹل سے مزین کر کے عرب شیوخ تک پہنچایا گیا جس کے خاطرخواہ نتائج کافی حدتک سامنے آچکے ہیں۔

مرکز اہل سنت کی مطبوعات میں مندرجہ ذیل کتابیں قابل ذکر ہیں:

(١)الفتاوی الرضویة (۳۰ جلدیں)(٢)الدولة المکیة(٣) انباء الحی(٤) شرح فتح القدیر(زمخشری)(٥) الشفاء بتعریف حقوق المصطفی(٦) نسیم الریاض(٧) تفسیر الکشاف(٨) شرح صحیح مسلم(٩) تفهیم البخاری شرح صحیح البخاری(١٠) أخطأ ابن تیمیه(١١) فتاوی ابن تیمیه فی المیزان(١٢) تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق(١٣) تجلی الیقین بأن نبینا سید المرسلین(١٤) فتح المغیث(١٥) بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع(١٦) الزبدة الزکیة لتحریم سجود التحیة(١٧) الصواعق الإلهیة فی الرد علی الوهابیة(١٨) کتاب الفقه علی المذاهب الأربعة(١٩) المقاصد الحسنة، صفوة المدیح (حدائق بخشش کا عربی منظوم ترجمہ)(٢٠) الهاد الکاف فی حکم الضعاف(٢١) المدح النبوی بین الغلو الإنصاف(٢٢) المنظومة السلامیة(٢٣) النصیحة لاخواننا علماء نجد، وغیره

مرکز اہل سنت کی اس عظیم خدمت کی انجام دہی کے لیے عالم اسلام کی عظیم دانش گاہ ''ازہر یونیورسٹی، مصر'' کے علماء اور فارغین ہمارے شانہ بشانہ ہیں، ہم ان کے تہہ دل سے شکرگزار ہیں۔

مرکز اہل سنت جہاں ایک طرف مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت میں ہمہ تن مصروف ہے، وہیں دوسری جانب امام اہل سنت اعلیٰ حضرت پر چسپاں کیے جانے والے ہر ہر اعتراض کا دنداں شکن جواب بھی دے رہا ہے، اور ممکن حد تک مسلکی دفاع وتحفظ میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی جارہی ہے۔

زیر نظر کتاب **"وہابی، دیوبندی اور تبلیغی جماعت کے حکیم الامت تھانوی صاحب کی علمی صلاحیت"** بھی اسی سلسلہ کی ایک مضبوط کڑی ہے، جو علامہ ہمدانی صاحب کی مسلکی دفاع میں ایک بہترین تصنیف ہے، جس میں آپ نے اشرف علی تھانوی صاحب کو ایک بے استعداد مولوی ظاہر کیا ہے، اور یہ بحمد اللہ دیوبندی مکتبۂ فکر کی کتابوں اور عبارتوں سے مبرہن ہے۔ اور دوسری جانب یہی دشمنان اہل سنت تھانوی صاحب کو اپنا امام وپیشوا یہاں تک کہ اس صدی کا مجدد تسلیم کرتے ہیں۔

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے کہ اشرف علی تھانوی صاحب کس قدر علم وفضل سے کورا تھے، اور حضرت ہمدانی صاحب نے ان کے متبعین کے دعوئے مجددیت کو کس قدر کھوکھلا کر دیا ہے۔

مولائے کریم ان کے علم وفضل اور عمر وصحت میں مزید برکتیں عطا فرمائے۔ اور ہم سب کو باہمی اتفاق اور اخلاص کے ساتھ دین وسنیت اور قوم وملت کی خدمت کرنے کی توفیق رفیق مرحمت فرمائے۔ آمین

طالب دعا

ارشد علی جیلانی

مرکز اہل سنت برکات رضا

امام احمد رضا روڈ، میمن واڈ

پور بندر (گجرات)

مورخہ: ۲۴؍رجب المرجب ۱۴۲۹ھ

مطابق: ۲۸؍جولائی ۲۰۰۸ء

بروز: پیر

ابتداء

بسم الله الرحمن الرحيم

نَحْمَدَهٗ وَنُصَلِّیْ وَ نُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْم

الصلاة والسلام عليك يا رسول الله　　الصلاة والسلام عليك يا حبيب الله

الحمدلله ! آج مورخہ ۲۶/صفر المظفر ۱۴۲۹ھ مطابق ۵/مارچ ۲۰۰۸ء بروز سہ شنبہ افضل البلاد و خیر البلاد فی الھند اجمیر مقدس حاضر ہوا۔ حاضری کا سبب اہل سنت و جماعت کے مرکزی ادارے **"دارالعلوم رضائے خواجہ"** کے لیے خریدی گئی زمین کی رجسٹری کے سلسلہ میں رجسٹرار آفس میں دستخط کرنے کے لیے تھا۔ ان تمام امور سے فارغ ہونے کے بعد سب سے پہلے میں نے شہزادۂ سرکار احسن العلماء، گلستان برکات کے شاداب پھول، رہبر شریعت و طریقت، شیخ المشائخ، **حضرت قبلہ ڈاکٹر محمد امین میاں صاحب** دامت برکاتہم العالیہ، سجادہ نشین خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ، مارہرہ مطہرہ سے بذریعہ ٹیلی فون رابطہ قائم کر کے زمین کی رجسٹری کے کاغذات کے تکمیل کی اطلاع دی اور یہ عرض مزید کی کہ آج میرا ارادہ **سلطان الہند، بھارت کے شہنشاہ، منبع فیوض و برکات، عطاء رسول، حضرت خواجہ معین الدین چشتی سنجری، سرکار غریب نواز** رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا کے مقدس آستانۂ جنت نشان میں بیٹھ کر اپنی نئی تصنیف کی ابتداء کرنے کا ہے، لہٰذا آپ اپنی مخصوص دعاؤں کے ساتھ اجازت مرحمت فرمائیں، فقیر کی گذارش کو شرف قبولیت سے نوازتے ہوئے حضرت قبلہ سرکار امین ملت نے دعاؤں سے نوازتے ہوئے دلی مسرت کا اظہار فرمایا۔

بعدہٗ شہزادۂ حضور احسن العماء، گل گلزار خاندان برکات، رفیق ملت، مرشد اجازت، **حضرت قبلہ سید نجیب حیدر صاحب** دامت برکاتہم العالیہ سے بھی بذریعہ ٹیلی فون یہی اطلاع دی اور یہی گذارش کی۔ جواباً حضرت کی دعاؤں کی موسلا دھار بارش اور تن من نہا اٹھے۔

لہٰذا! بعد نماز عشاء **سرکار خواجہ غریب نواز** رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا کے آستانہ کے احاطۂ خیر

وبرکت ونور میں آپ کی پائنتی کی طرف **حضرت قبلہ سید صابر میاں چشتی** گدی نشین کی ''گدی شریف'' میں حضرت کے صاحبزادے حضرت سید چشتی حسن اور حضرت شاہ محمود چشتی کے دامن کے زیر سایہ مع حضرت علامہ جان محمد صاحب نقشبندی خطیب وامام صندلی مسجد، احاطۂ درگاہ معلیٰ، اجمیر شریف میری نئی تصنیف یعنی ایک سو سترھویں (۱۱۷) تصنیف بنام ''**وہابی، دیوبندی اور تبلیغی جماعت کے حکیم الامت مولانا تھانوی کی علمی صلاحیت**'' کی ابتداء کردی ہے اور آقائے نعمت، سراپائے لطف و عنایت، سلطان الہند، حضرت خواجہ معین الدین چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیض وکرم سے صرف امید ہی نہیں بلکہ یقین کامل ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ وانشاء حبیبہ صلی اللہ تعالی علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ یہ کتاب بہت ہی جلد پایۂ اختتام کو پہنچ کر نفع بخش عام وخاص اور مقبول عنداللہ ورسولہ والناس ہوگی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے **حبیب اعظم واکرم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ وطفیل تمام مسلمان اہل سنت وجماعت کو ایمان کی پختگی کے ساتھ تصلب فی الدین کا جذبۂ صادق عطا فرمائے اور اسی راہ مستقیم پر زندگی کی آخری سانس تک مضبوطی سے قائم رکھتے ہوئے ایمان کی موت عطا فرمائے۔

آمین۔ثم آمین

فقط والسلام

نزیل اجمیر شریف
مورخہ: ۲۶ر صفر المظفر ۱۴۲۹ھ
مطابق: ۵ر مارچ ۲۰۰۸ء
بروز: سہ شنبہ

خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ - مارہرہ مطہرہ
اور
خانقاہ عالیہ رضویہ نوریہ، بریلی شریف
کا ادنیٰ سوالی
عبدالستار ہمدانی ''مصروفؔ'' برکاتی، نوری

دستخط بطور تبرک:

(۱) خاک نشین آستانۂ غریب نواز سید چشتی حسن

(۲) شاہ محمود

(۳) خان محمد نقشبندی، امام مسجد صندل خانہ، اجمیر شریف

''تقدیم''

دنیا کی ہر قوم کا زمانۂ قدیم سے یہ دستور رہا ہے کہ وہ اپنے پیشوا کی تعریف وتوصیف میں حد درجہ کوشاں رہ کر کسی قسم کی کسر باقی نہیں رہنے دیتی بلکہ کبھی کبھی صدق وصداقت کے دامن سے ہاتھ جھٹک کر غلو کی اعلیٰ سے اعلیٰ منزل تک پہنچ کر کذب صریح اور سراسر غلط بیانی کے گہرے سمندر میں غوطہ زنی کرنے میں بھی کسی قسم کی عار وحیا محسوس نہیں کرتی، بلکہ بے شرمی اور بے حیائی کی جدید سے جدید تر مثالیں پیش کرنے میں فخر کرتی ہے۔ ایسی کئی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں کہ فاسق و فاجر کو متقی و پرہیزگار، رہزن وخائن کو امانت دار، ظالم و جابر کو ہمدرد قوم، بداخلاق و بدکردار کو اخلاق حسنہ کا پیکر جمیل، فاحش کو پاک دامن، رہزن کو رہبر، ان پڑھ کو عالم، جاہل کو فاضل، اجہل کو علامہ، انسان کو شیطان، دجال کو مذہب کا ٹھکیدار، کم عقل کو دانا، رذیل کو مہذب اور کم ظرف کو بردبار ثابت کرنے کی کوشش وسعی میں سچ اور راستی کو بالائے طاق رکھ کر ''اندھا بانٹے ریوڑیاں ہر پھر کے اپنوں ہی کو دے'' والی مثل پر خوب عمل کیا گیا ہے۔

حیرت اور تعجب کی بات تو یہ ہے کہ اپنے پیشوا کی جھوٹ پر مبنی تعریف کے پل باندھنے کے لیے ایسی ایسی مضحک دلیلیں پیش کی جاتی ہیں کہ سننے وال ہنستے ہنستے لوٹ ہو جاتا ہے۔ ایسی بے محل و بے موقعہ دلیل ہوتی ہے کہ عقل بھی حیرت میں پڑ جاتی ہے۔ جب اس قسم کا طرز عمل مذہبی پیشواؤں کے معاملے میں اپنایا جاتا ہے، تب ایسا صدمہ پہنچتا ہے کہ اس کے تدارک کی سبیل نظر نہیں آتی۔

حال ہی میں میرے مطالعہ میں وہابی، دیوبندی، تبلیغی جماعت کے مشہور مصنف ڈاکٹر مولوی خالد محمود، ایم-اے، پی-ایچ-ڈی، کی تصنیف کردہ کتاب **''مطالعۂ بریلویت''** آئی، آٹھ مبسوط جلدوں میں کثیر التعداد صفحات پر مشتمل ڈاکٹر خالد محمود کی اس وسیع کاوش کو دیکھ کر ایسا لگتا ہے کہ **شاید دیوبندی فاضل نے کذب و دروغ گوئی میں ہی ڈاکٹریت کی ڈگری حاصل کی ہے**۔ کیوں کہ امام عشق ومحبت، اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، مجدد دین وملت، امام اہل سنت، شیخ الاسلام والمسلمین، **امام احمد رضا محقق بریلوی** علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات ستودہ صفات کو داغدار کرنے کے لیے انھوں نے

جھوٹ، کذب، فریب، دروغ، چھل، مغالطہ، مکر، الزام، اتہام، بہتان، تہمت اور افتراء کا جس کثرت سے کیچڑ اچھالا ہے، یہ ان کی وراثتی ملک کی فنکاری کی شان ہے۔امام احمد رضا محقق بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی شخصیت کو مجروح کرنے کے ساتھ ساتھ مصنف نے وہابی، تبلیغی جماعت کے حکیم الامت و پیشوا مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کی علمی صلاحیت کا لوہا منوانے کے لیے اپنے کذب بیانی کے فن کی مہارت کے بھی جلوے دکھائے ہیں۔

کتاب **''مطالعۂ بریلویت''** ایسے خطرناک انداز میں تصنیف کی گئی ہے کہ وہابی دیوبندی مکتبۂ فکر اور اہل سنت و جماعت بریلوی مکتبہ فکر کے مابین اصولی عقائدی اختلاف کی کامل معلومات نہ رکھنے والا اور کم پڑھا لکھا شخص مصنف کے کذب بیانی کے جادو سے حسین دھوکا کھا جائے گا۔ کیوں کہ مصنف نے بے محل وموقعہ عبارت نقل کر کے اس کا من چاہا مطلب ومفہوم بیان کر کے، اس کے ضمن میں بغض وعناد پر مشتمل اپنی رائے لکھنے کے بعد افترا پردازی اور اتہام طرازی کی ایسی بوچھاڑ کی ہے کہ پڑھنے والے کا ذہن ایسا بے حس اور ماؤف ہوجاتا ہے کہ دوران مطالعہ عارضی طور پر صدق وکذب کے امتیاز کا احساس مفقود ہوجاتا ہے اور وہ نادانسہ بدگمانی کا شکار ہوجاتا ہے۔

''مطالعۂ بریلویت'' کتاب کے مصنف نے امام عشق ومحبت حضرت رضا بریلوی کے خلاف زہر اگلنے میں دروغ گوئی اور کذب بیانی کی تمام سرحدیں عبور کر کے کاذبین کی صف اول میں اپنا مقام معین کرلیا ہے۔راقم الحروف نے ان کی تصنیف کا بنظر عمیق مطالعہ کیا، تو یہ حقیقت سامنے آئی کہ مصنف نے ایک منظّم سازش کے تحت امام عشق ومحبت حضرت رضا بریلوی کے دامن کو داغدار کرنے کی کوشش کی ہے۔ لہٰذا مصنف کے ذریعہ عائد کردہ تمام اعتراضات والزامات کا مفصل و مدلل تردیدی جواب لکھنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔اسی ضرورت دینی کے پیش نظر **''مطالعۂ بریلویت''** کے جواب کی پہلی قسط آپ کے ہاتھوں میں ہے۔اور یہ جواب بھی ایک مستقل کتاب کی شکل میں ہے۔انشاء اللہ تعالیٰ وانشاء حبیبہ (جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہر اعتراض والزام کا مستقل کتاب کی صورت میں جواب دیا جائے گا۔

''مطالعۂ بریلویت'' کتاب کے جواب کی قسط اول اینٹ کا جواب پتھر سے دیتے ہوئے اور قارئین کرام اور خاص کر مطالعۂ بریلویت کے مصنف کی ضیافت طبع کی خاطر تھانوی صاحب کی علمی صلاحیت کے تعلق سے دیا جارہا ہے۔ کیوں کہ مصنف نے اپنی کتاب میں عنوان سے ہٹ کر اور بے محل وموقعہ تھانوی صاحب کی تعریف وتوصیف میں زمین آسمان کے قلابے ملا دیئے ہیں۔ حیرت تو اس بات پر ہے کہ تھانوی صاحب کی علمی جلالت کا سکہ بٹھانے کے لیے اور تھانوی صاحب کی علمی صلاحیت کا لوہا منوانے کے لیے مصنف ایسی کمزور ولاغر دلیل لائے ہیں کہ جس کا کوئی وزن ہی نہیں، معمولی سی تفتیش کے ہوا کے جھونکے سے گھاس کے تنکے کی طرح اڑ کر بکھر جائے ایسی دلیل پیش کر کے مصنف صاحب بند لفظوں میں تھانوی صاحب کی علمی بے بضاعتی کا اعتراف کررہے ہیں۔

پاکستان نام کے نئے ملک کی تشکیل میں نمایا کردار ادا کرنے والے مشہور ومعروف سیاسی لیڈر **جناب محمد علی جناح صاحب** کہ جن کی زندگی کا ہر لمحہ صرف اور صرف دنیوی تعلیم کے حصول، بعدہٗ وکالت کے پیشے کی مہارت اور پھر زندگی کی آخری سانس تک سیاست کی تحریک، تشکیل پاکستان کی جد وجہد اور قیام پاکستان کے بعد نظام ونفاذ احکامات ملک میں صرف ہوا۔ جناب محمد علی جناح صاحب مذکورہ امور میں اس قدر منہمک اور مصروف رہے کہ انھیں دینی اور مذہبی تعلیم وامور کی طرف التفات کرنے کا موقعہ ہی میسر نہیں ہوا اور انھیں دینی مذہبی تعلیم کے حصول کا شوق بھی نہیں تھا۔ لہٰذا انھوں نے مذہبی تعلیم میں کبھی بھی دلچسپی نہیں لی اور ان کی زندگی میں کوئی خوش آئندہ حادثہ بھی نہیں آیا کہ جس کے طفیل وسبب انھیں مذہبی تعلیم کی طرف رغبت، توجہ، شوق، رحجان یا میلان ہو، جب سے جناب محمد علی جناح صاحب کو مسلم لیڈر وقائد ورہنما کی حیثیت سے شہرت حاصل ہوئی ہے، تب سے انتقال تک وہ ہمہ وقت صرف اور صرف سیاست ہی میں مشغول رہے۔ البتہ وہ مختلف مکتبہ فکر کے مذہبی پیشواؤں سے ربط وضبط اور شناسائی رکھتے تھے لیکن یہ میل ملاپ صرف سیاسی امور کے تحت اور سیاسی اغراض ومقاصد کے لیے ہی تھا۔ الحاصل ! جناب محمد علی صاحب میں کوئی ایسی مذہبی علمی صلاحیت قطعاً نہ تھی کہ وہ کسی عالم دین کا علمی معیار ناپ سکیں یا کسی مذہبی پیشواء کی علمی صلاحیت کا

اندازہ لگا سکیں۔

لیکن حیرت و تعجب کی بات یہ ہے کہ **"مطالعۂ بریلوت"** کے مصنف نے اپنی کتاب میں وہابی، دیوبندی، تبلیغی جماعت کے **حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی** کی علمی جلالت کا پرچم لہرانے کے لیے تحریک قیام پاکستان کے قائد، جناب محمد علی جناح صاحب کا دامن تھاما اور یہاں تک لکھ دیا کہ:

> **"قائداعظم کے تاثرات حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی اور شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی کے بارے میں بہت عمدہ تھے، حضرت مولانا تھانوی کے بارے میں قائداعظم کہا کرتے تھے کہ ہندوستان کے سارے علماء کا علم ایک طرف رکھیں اور تنہا مولانا تھانوی کا علم دوسری طرف، تو مولانا تھانوی کا پلڑا جھک جائے گا۔ مسلم لیگ کے جلسوں میں اشرف علی زندہ باد کے نعرے لگتے تھے اور تحریک پاکستان میں عظمت اسلام کا نشان مولانا شبیر احمد عثمانی کو سمجھا جاتا تھا، یہ صورت حال بریلویوں کے لیے ناقابل برداشت تھی۔"**
>
> حوالہ: مطالعۂ بریلویت، مصنف: ڈاکٹر علامہ خالد محمود، جلد:۱،ص:۱۰۶، ناشر: حافظی بک ڈپو، یوبند، یو-پی

صرف مطالعۂ بریلویت کے مصنف جناب خالد محمود صاحب ہی نہیں بلکہ وہابی، دیوبندی اور تبلیغی جماعت سے منسلک ہر شخص تھانوی صاحب کے تبحر علمی کا بلند آواز سے قصیدہ خوانی میں رطب اللسان ہے اور بڑے فخر سے تھانوی صاحب کو **"مجدد"** اور **"حکیم الامت"** کے لقب سے ملقب کرتا ہے۔ بعض دیوبندی حضرات تو تھانوی کو صرف چودھویں صدی کا ہی نہیں بلکہ اس امت کا سب سے بڑا عالم کہتے ہیں۔ جب ان سے پوچھا جاتا ہے کہ جناب جب آپ تھانوی صاحب کو "مجدد" تسلیم کرتے ہیں، تو ہر مجدد کا تجدیدی کارنامہ ہوتا ہے، براہ کرم آپ اپنے مجدد تھانوی صاحب کا تجدیدی کارنامہ تو بتائیں؟ اس سوال کے جواب میں تھانوی صاحب کے تجدیدی کارنامہ کی دلیل میں وہ لوگ تھانوی صاحب کی کتاب

"بہشتی زیور" بطور ثبوت پیش کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں ہر دیوبندی مکتبۂ فکر کے مدارس میں، تقاریر میں، مواعظ وخطابت میں، اخبارات ورسائل میں بلکہ ٹی وی اور انٹرنیٹ میں تھانوی صاحب کے علم کی بلندی کی ڈینگ ہانکنے میں جو کاذبانہ طرزِ عمل اختیار کیا جاتا ہے، اس سے ہر انصاف پسند کو قلبی قلق واضطراب ہوتا ہے۔ ناواقف حضرات ایسے غلط اور دروغ گوئی ہر مشتمل پروپیگنڈا (Propaganda) کے دام فریب میں پھنس جاتے ہیں اور تھانوی صاحب کی علمی صلاحیت کے معترف وقائل ہوجاتے ہیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا تھانوی صاحب واقعی زبردست عالم دین تھے؟ کیا ان کا علم تمام علمائے ملک کے علم کے مجموعہ پر بھی فائق تھا؟ کیا وہ واقعی اتنے وسیع علم کے حامل تھے کہ ان کا شمار مجددین میں کیا جاسکے؟

اس سوال کے جواب میں صرف اتنا ہی عرض کرنا ہے کہ اب آپ حیرت انگیز حقیقت کا انکشاف کرنے کے لیے بنظرِ عمیق اور یک سوئی سے اس کتاب کے مطالعہ میں منہمک ہوجائیں، جیسے جیسے اوراق گردانی فرماتے جائیں گے ویسے ویسے آپ کی نگاہوں کے سامنے سے جھوٹ، کذب، دروغ گوئی اور دروغ بیانی کے دبیز حجابات اٹھتے جائیں گے اور آپ کو آفتاب نیم روز کی طرح روشن حقیقت نظر آجائے گی، بلکہ یوں کہنے میں بھی کوئی مبالغہ آرائی نہیں کہ تھانوی صاحب کی علمی صلاحیت کے بجائے جانے والے ڈھول کا پول دکھائی دے گا۔

ایک ضروری امر کی طرف بھی قارئین کرام کی توجہ ملتفت کرنا اشد ضروری ہے کہ اس کتاب میں ہم نے جتنے بھی حوالے درج کیے ہیں، وہ تمام کے تمام وہابی دیوبندی اور تبلیغی جماعت کے مکتبۂ فکر کی ہی شائع کردہ اور علماء دیوبند میں صف اول کا اور اہم مقام رکھنے والے مصنفین کی کتب سے ہی اخذ کیئے ہیں تاکہ جس کی جوتی اس کے سر والی مثل پر عمل بھی ہوجائے اور معاندین کو یہ کہنے کا موقعہ بھی میسر نہ ہو کہ یہ مخالف گروہ کا الزام وبہتان ہے۔

اب آیئے! نقاب کشی کی پہلی سعی کرتے ہوئے کتاب کی اوراق گردانی کرنے کی سعادت حاصل کریں۔

وہابی، دیوبندی اور تبلیغی جماعت کے

حکیم الامت

مولانا تھانوی کی

علمی صلاحیت

’’تھانوی صاحب نے درسی کتابوں کے سوا اور کوئی کتاب نہیں پڑھی تھی اور درسی کتابیں بھی بھول گئے تھے۔‘‘

ہاں! یہ حقیقت ہے، ایسی حقیقت کہ جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا، اور یہ حقیقت خود تھانوی صاحب کے ہی اقوال و ملفوظات سے ثابت ہے، یہ کوئی سنی سنائی غیر معتبر بات نہیں بلکہ خود تھانوی صاحب کے ملفوظات کے مجموعہ میں چھپی ہوئی حقیقت ہے۔ لیجیے! آپ بھی ملاحظہ فرمائیں:-

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کو تو علاوہ اور کاموں کے ڈاک ہی کا مستقل کام بہت ہے۔ فرمایا نرے ڈاک کے کام سے مجھ پر تعب نہیں ہوتا، البتہ تصنیف کے کام سے تعب ہوتا ہے۔ سو تصنیف کا کام اب نہیں ہوتا، تصانیف میں تمام مضامین پر احاطہ کرنا پڑتا ہے، اس لیے تصنیف کا کام بہت بڑا ہے، پہلے دماغ میں تمام مضامین کا جمع کرنا، پھر مرتب کرنا، ان کو محفوظ رکھنا، بہت ہی بڑی مشقت کا شغل ہے، ایک سبب تصنیف کی دشواری کا میرے لیے یہ بھی ہے کہ کتابوں پر میری نظر نہیں، درسی کتابوں کے علاوہ اور کتابیں میں نے دیکھیں نہیں، ہاں درسی کتابیں پہلے بحمداللہ اچھی طرح مستحضر تھیں مگر اب ان میں بھی ذہول شروع ہو گیا، اور تصنیف کے لیے صرف درسی کتابیں کافی نہیں، یہی وجہ ہے کہ میری تصنیفات کا زیادہ حصہ غیر منقولات ہیں۔ اول تو میرے پاس کتابیں نہیں اور جو ہیں ان پر نظر نہیں اور تصنیف بدون کتابوں پر نظر ہوئے مشکل ہے، جس کا اب تحمل نہیں۔ اسی لیے جو فتاوے آتے ہیں، واپس کر دیتا ہوں، ہاں جواب میں اجمالاً اپنا مسلک ظاہر کر دیتا ہوں اور یہ بھی لکھ دیتا ہوں کہ دیوبند سے معلوم کر لو۔

حوالہ:

(۱) الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ، از: اشرف علی تھانوی، ناشر: مکتبہ دانش دیوبند (یوپی) جلد۴، قسط۲۰، صفحہ۴۷۷، ملفوظ ۹۰۳

(۲) الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ (جدید ایڈیشن) از: اشرف علی تھانوی، ناشر: مکتبہ دانش دیوبند (یوپی) حصہ ۸، صفحہ ۲۹۷، ملفوظ ۳۷۶

(۴ر شعبان المعظم ۱۳۵۱ھ - شنبہ، بوقت صبح کی مجلس)

مندرجہ بالا عبارت کو بغور مطالعہ فرمائیں اور تھانوی صاحب کے قوت حافظہ کو داد دیجیے، اس اقتباس پر کوئی تبصرہ کرنے سے پہلے مزید چند حوالوں کے مطالعہ سے بھی لطف اندوز ہوتے چلیں:-

"کچھ یاد نہ رہتا تھا، اسی لیے مطالعہ نہیں کیا"

فرمایا: مولوی عبدالحی صاحب حیدر آباد سے آئے ہیں (یہ مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپور کے پوتے ہیں، وہاں عربی کے پروفیسر ہیں) میں نے ایک بار ان سے ذکر کی کہ میں نے صرف درسی کتابیں دیکھیں ہیں اور کتابیں نہیں دیکھیں، الابعض مقامات بضرورت وقتیہ، تو انہوں نے تعجب سے کہا کہ میں سمجھتا تھا کہ کم از کم ہزار کتابیں تو ضرور دیکھی ہوگی۔ یہ سب حضرات اساتذہ کی برکت ہے کہ ضرورتی چیزیں کان میں اتنی پڑگئیں جس سے وسعت مطالعہ کا شبہ ہو جاتا ہے (پھر فرمایا) کہ میرا حافظہ طالب علمی میں تو اچھا تھا پھر اچھا نہیں رہا، اسی واسطے زیادہ کتابوں کا مطالعہ نہیں کیا کہ جب یاد نہ رہے گا تو مطالعہ سے کیا فائدہ۔

COMPUTER\A... Ali Ki Elmi Salahiyat ... not found.

حوالہ:

کلمۃ الحق، تھانوی صاحب کے ملفوظات کا مجموعہ، ضبط کردہ: مولوی عبدالحق، سکنہ کوٹ، ضلع: فتح پور، باہتمام: مولوی ظہور الحسن کسولوی، ناشر: مکتبہ تالیفات اشرفیہ، تھانہ بھون، ضلع: مظفر نگر، (یو پی) صفحہ ۳۵، ملفوظ: ۶۰

”علم فقہ سے کبھی مناسبت ومہارت ہوئی ہی نہیں“

ایک نووارد اہل علم صاحب نے عرض کیا کہ حضرت میں ایک مسئلہ فقہیہ دریافت کرسکتا ہوں؟ فرمایا کہ اپنے اساتذہ سے دریافت کیجئے۔ عرض کیا کہ ان سے معلوم کیا تھا مگر اختلافی صورت پیدا ہوگئی اور میرے متعلق فتویٰ کا کام ہے اس لیے تحقیق کی ضرورت ہوئی، فرمایا کہ میرا علم تو ان صاحبوں سے بھی کم ہے، جن سے آپ تحقیق کر چکے ہیں۔ مجھکو عرصہ ہوا اس شغل کو چھوڑے ہوئے اور میرے اس کہنے کو آپ تواضع پر مبنی نہ فرمادیں۔ میں نے تواضع متعارف کبھی اختیار ہی نہیں کی بلکہ میرے اندر جو کمال ہے اس کو بھی ظاہر کردیتا ہوں اور جو نقص ہے اس کو بھی۔ ہاں پہلے الحمدللہ میری نظر وسیع عمیق تھی، اب وہ بھی نہیں رہی۔ باقی مہارت اور مناسبت جس کا نام ہے، وہ مجھ کو فقہ سے کبھی ہوئی ہی نہیں۔ البتہ تفسیر اور تصوف سے مجھے مناسبت ہے اور یہ بھی اس لیے کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دعا فرمائی تھی کہ تجھ کو تفسیر اور تصوف سے مناسبت ہوگی۔ اس وقت اگر اور علوم کے لیے بھی دعا کرالیتا تو اوروں سے بھی مناسبت ہوجاتی۔

حوالہ:

(۱) الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ، از: اشرف علی تھانوی، ناشر: مکتبہ دانش دیوبند (یوپی) جلد۳، قسط ۱۵، صفحہ ۵۰۷، ملفوظ ۸۳۶

(۲) الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ (جدید ایڈیشن) از: اشرف علی تھانوی، ناشر: مکتبہ دانش دیوبند (یوپی) حصہ ۶، صفحہ ۳۰۹، ملفوظ ۴۲۰

(۲۰/ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ - پنج شنبہ، بعد نماز ظہر کی مجلس)

مندرجہ بالا تین اقتباسات کا ماحصل یہ ہے کہ:-

- تھانوی صاحب کی کتابوں پر نظر نہیں تھی۔
- تھانوی صاحب نے درسی کتابوں کے علاوہ اور کوئی کتابیں نہیں دیکھی تھیں۔
- تھانوی صاحب نے صرف درسی کتابیں ہی دیکھی تھیں۔
- تھانوی صاحب کا حافظہ طالب علمی کے زمانہ میں اچھا تھا مگر طالب علمی کے زمانہ کے بعد اچھا نہیں رہا۔
- تھانوی صاحب کو کچھ بھی یاد نہ رہتا تھا۔ اسی لیے کتابوں کا مطالعہ ہی نہیں کیا، کیوں کہ جب یاد ہی نہ رہتا تھا، تو مطالعہ سے کیا فائدہ۔
- تھانوی صاحب کو علم فقہ سے کبھی نسبت و علاقہ ہی نہ تھا۔ یعنی ضروریات دین کے مسائل سے انھیں کوئی علاقہ ہی نہیں تھا۔ صرف تصوف اور تفسیر سے تعلق تھا۔
- تھانوی صاحب کے پاس کوئی خاص کتابیں نہیں تھیں، چند کتابیں ہی تھیں مگر ان کتابوں پر بھی تھانوی صاحب کی نظر نہیں تھی۔
- تھانوی صاحب کی کتابوں پر نظر نہ ہونے کی وجہ سے ان میں فتویٰ لکھنے کا تحمل نہ تھا، لہٰذا ان کے پاس جو استفتے آتے تھے وہ واپس کر دیتے تھے، یا پھر:-

- **استفتیٰ میں کئے گئے سوال کا جواب لکھنے کے بجائے ''اپنا مسلک'' لکھ دیتے تھے اور دار العلوم دیوبند سے سوال کرنے کا مشورہ لکھ دیتے تھے۔**

وہابی، دیوبندی اور تبلیغی جماعت کے حکیم الامت تھانوی صاحب کی علمی صلاحیت کا لعدم ہونے کی وجہ یہ تھی کہ ان کی قوت حافظہ یعنی یادداشت اتنی کمزور تھی کہ انھیں کچھ یاد نہیں رہتا تھا۔ ایک عام مولوی یا کسی مسجد کے خطیب و امام کو بھی ضروریات دین کے تعلق سے ہزاروں مسائل یاد رکھنے پڑتے ہیں اور ایسے مسائل کو یاد رکھنے کے لیے پختہ یادداشت اور قوت حافظہ کا قوی ہونا اشد ضروری ہے۔ کیوں کہ ایک عالم دین سے قوم کے مختلف و متفرق طبقات کے لوگ کئی قسم کے مسائل دریافت کرتے ہیں اور ان تمام مسائل کا اطمینان بخش اور صحیح جواب دینے کے لیے صرف درسی کتابوں تک کی محدود معلومات کافی نہیں، بلکہ کثرت سے غیر درسی کتابوں کا مطالعہ درکار ہوتا ہے۔ صرف مطالعہ ہی کافی نہیں، بلکہ اس کو یاد رکھنا بھی لازمی ہے اور یاد تب ہی رہے گا، جب قوت حافظہ میں دم ہو۔ اگر قوت حافظہ کمزور ہے، تو پھر یاد رکھنا ہی ناممکن ہوگا اور ایسی صورت میں علمی استعداد و صلاحیت ہوگی ہی نہیں، کیوں کہ علمی صلاحیت و استعداد یادداشت کی پختگی کی بنیاد پر مبنی ہے۔ اگر یادداشت یا قوت حافظہ اچھا نہیں، تو پھر گئے کام سے۔ ایسا شخص صرف نام کا مولوی بن کر رہ جاتا ہے۔ علماء میں اس کا ہرگز شمار نہیں ہوسکتا۔

تھانوی صاحب جن کی یادساشت بالکل کمزور تھی اور انھیں یاد نہیں رہتا تھا، وہ ضروریات دین کے مسائل میں کیا کیا گل کھلاتے تھے، وہ خود تھانوی صاحب کی زبانی سماعت کریں اور ان کی **''شان مجددیت''** کے گل کھلتے دیکھیں۔ نماز جو افضل العبادات ہے، اس کو صحیح طور پر ادا کرنا لازمی ہے اور نماز صحیح ادا تب ہی ہوگی، جب نماز کے مسائل معلوم ہونگے، ایک عام مسلمان بھی کافی حد تک نماز کے مسائل کی واقفیت رکھتا ہے۔ لیکن وہابی، دیوبندی اور تبلیغی جماعت کے حکیم الامت اور نام نہاد مجدد جناب تھانوی صاحب کی نماز کے مسائل میں کیسی معلومات تھی، وہ ملاحظہ فرمائیں:

’’نماز میں سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ غلط پڑھنا‘‘

اور غلطی کی بھی ایک حد ہے، اگر غلطی پر اصرار ہو، تو کہہ سکتا ہے۔
چنانچہ پہلے نماز کے اندر ’’سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ‘‘ میں دال کو کھینچ کر کہا کرتا تھا، ایک شخص جو مرید تھے، انہوں نے مجھ کو غلطی پر مطلع کیا، میں نے کہا کہ میں خیال رکھوں گا، پھر میں نے اصلاح کر لی۔ اگر اصرار ہو تو کہہ دے مگر کہے ادب سے، ہر بات طریقہ سے اچھی معلوم ہوتی ہے۔

حوالہ:

حسن العزیز (تھانوی صاحب کے ملفوظات کا مجموعہ) مرتبہ: حکیم مولوی محمد یوسف بجنوری و حکیم مولوی محمد مصطفیٰ وغیرھما، ناشر: مکتبہ تالیفات اشرفیہ، تھانہ بھون، ضلع: مظفر نگر، (یوپی) جلد۳، قسط نمبر۱۲، صفحہ:۵۳
(یکم شعبان المعظم ۱۳۳۶ھ کی مجلس)

مندرجہ بالا عبارت میں تھانوی صاحب چھوٹے لوگوں کو ادب سکھا رہے ہیں اور وہ یہ کہ اگر کسی بزرگ شخص سے کبھی اتفاقیہ کوئی غلطی ہو جائے، تو اس بزرگ کی ایسی اتفاقیہ غلطی پر گرفت نہیں کرنی چاہیے بلکہ خاموش رہنا چاہیے، ہاں! وہ بزرگ اس غلطی پر اصرار کرتا ہو، یعنی ہمیشہ وہی غلطی کرتا ہو، تو بہت ادب سے اس بزرگ کو اس کی غلطی پر متنبہ کرنا چاہیے، اور بزرگ کی دائمی غلطی کی مثال دیتے ہوئے تھانوی صاحب نے اپنا خود کا ہی معاملہ بیان کر دیا۔ یعنی تھانوی صاحب نماز کی امامت کرتے، تو رکوع سے کھڑے ہوتے ہوئے ’’سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ‘‘ کہتے وقت لفظ ’’حَمِدَہٗ‘‘ ادا کرتے وقت حرف ’’دال‘‘ کو کھینچ کر کہتے تھے اور اس طرح کہنا غلط ہے۔ تھانوی

صاحب کی یہ غلطی ایک دو مرتبہ کی یا اتفاقیہ نہ تھی بلکہ وہ ہمیشہ یہی غلطی کرتے تھے۔لیکن تھانوی صاحب کے ایک مرید نے تھانوی صاحب کی روزانہ پنج وقتہ نماز میں ہمیشہ کی جانے والی غلطی کو ایک عرصہ تک برداشت کیا۔پیر صاحب آج اپنی غلطی درست فرمالیں گے،کل درست فرمالیں گے۔اس امید میں ایک عرصہ تک انتظار کیا لیکن مرید کی امید بر نہ آئی۔پیر صاحب اپنی جہالت کا دائمی طور پر مظاہرہ فرماتے رہے۔مرید کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا اور ایک دن مرید نے اپنے پیر صاحب یعنی وہابی، دیوبندی اور تبلیغی جماعت کے جاہل مجدد تھانوی صاحب سے عرض کردیا کہ پیر جی! ایک عرصہ سے آپ اس غلطی میں مبتلا ہیں، لہٰذا اصلاح فرمالیں، مرید کے متنبہ کرنے پر تھانوی صاحب کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور انھوں نے اصلاح کرلی۔

الحاصل! تھانوی صاحب کو نماز میں صحیح طور پر "سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ" کہنا بھی نہیں آتا تھا۔ایک عام مسلمان بھی ایسی غلطی نہیں کرتا۔جاہل سے جاہل مومن مسلمان بھی عام طور پر "سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ" کا تلفظ صحیح ادا کرتا ہے، کیوں کہ یہ جملہ اتنا آسان ہے کہ ہر شخص صحیح تلفظ کے ساتھ ادا کرلیتا ہے۔ایسا آسان تلفظ بھی نام نہاد مجدد کے لیے دشوار تھا۔ایک طویل عرصہ تک غلط ادا کرتے رہے اور جب مرید نے غلطی پر مطلع کیا تو اصلاح کی۔یعنی یہ مجدد صاحب عوام کی اصلاح کرنے دنیا میں نہیں آئے تھے بلکہ عوام سے اپنی اصلاح کروانے دنیا میں تشریف لائے تھے۔

"نماز عید میں ترک واجب کا مسئلہ یاد نہیں تھا"

تھانوی صاحب کو نماز کے مسائل بھی یاد نہ تھے۔کیوں کہ نماز کے مسائل کا تعلق علم فقہ سے ہے اور تھانوی صاحب کو علم فقہ سے بالکل مناسبت اور مہارت نہ تھی بلکہ یوں کہنے میں بھی کوئی مبالغہ نہیں کہ تھانوی صاحب کو علم فقہ کی معلومات نہ تھی اور وہ تقریباً تمام مسائل فراموش کرچکے تھے۔ایک حوالہ پیش خدمت ہے:-

ایک نووارد مولوی صاحب نے سوال کیا کہ حضرت نماز عید میں اگر واجب ترک ہو جائے۔ اتنا ہی کہنے پائے تھے کہ حضرت والا نے دریافت فرمایا کہ میں نے پہچانا نہیں کون صاحب ہیں۔ عرض کیا کہ میں فلاں ہوں اور صبح حاضر ہوا ہوں، فرمایا کہ مجھے مسائل جزئیہ یاد نہیں۔ میں خود اپنی ضرورت کے وقت دوسرے علماء سے پوچھ پوچھ کر عمل کرتا ہوں۔ دوسرے کہ یہ فقہ کے مسائل کی تحقیق کی جگہ نہیں۔ یہ ایک مستقل کام ہے اور الحمد للہ دیوبند اور سہارنپور میں بڑے پیمانہ پر ہو رہا ہے اور کیا آپ کے آنے کا مقصد ان مسائل کی تحقیق ہے؟ عرض کیا کہ ملاقات کی غرض سے حاضر ہوا ہوں۔ فرمایا پھر یہ زیادتی کیوں کی؟ ہر شے کا محل اور موقع ہوتا ہے۔ میں اپنی حالت سے آپ کو مطلع کئے دیتا ہوں کبھی آپ دھوکے میں نہ رہیں۔ وہ یہ کہ میں ایک طالب علم ہوں ادھورا سا، جو کچھ پہلے ٹوٹا پھوٹا پڑھا تھا، اب وہ بھی بھول گیا۔

حوالہ:

(۱) الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ، از: اشرف علی تھانوی، ناشر: مکتبہ دانش دیوبند (یوپی) جلد۲، قسط۱۰، صفحہ۴۵۵، ملفوظ ۸۰۶

(۲) الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ (جدید ایڈیشن) از: اشرف علی تھانوی، ناشر: مکتبہ دانش دیوبند (یوپی) حصہ۴، صفحہ۲۴۳، ملفوظ ۳۱۱

(۱۵/ شوال المکرم ۱۳۵۱ھ — سہ شنبہ، بعد نماز ظہر کی مجلس)

قارئین کرام! غور فرمائیں کہ ایک مجدد کے منصب کے دعویدار کو نماز عید میں ترک واجب کا آسان مسئلہ بھی یاد نہیں۔ مسئلہ یاد نہیں اس کی کوئی شکایت یا افسوس نہیں بلکہ حیرت تو اس بات پر ہے کہ سائل کو یہ کہا جا رہا ہے کہ مسئلہ پوچھ کر آپ زیادتی کر رہے ہیں۔ اس عبارت پر مزید تحقیق و تفصیل

کرنے سے قبل ایک دل چسپ حوالہ گوش گزار ہے:-

''اپنے خلیفۂ خاص کو بھی مسئلہ نہ بتایا''

خواجہ عزیز الحسن غوری مجذوبؔ جو تھانوی صاحب کے خلیفۂ خاص بلکہ اکابر خلفاء میں سے تھے اور جنھوں نے تھانوی صاحب کی محبت میں **''اپنا سب کچھ''** نچھاور کر دیا تھا۔ تھانوی صاحب کے ایسے عاشق زار تھے کہ انھوں نے تھانوی صاحب کی بیوی بننے کی تمنا خود تھانوی صاحب کے سامنے ظاہر کی تھی، خواجہ عزیز الحسن کی **''بیگم تھانوی''** بننے کی خواہش پر تھانوی صاحب بہت مسرور ہوئے تھے اور انھوں نے خواجہ عزیز الحسن صاحب کو **''ثواب ہوگا- ثواب ہوگا''** کا مژدہ سنایا تھا۔ **(حوالہ: اشرف السوانح، جلد:۲، ص:۲۸)** خواجہ عزیز الحسن نے تھانوی صاحب کی سوانح حیات **''اشرف السوانح''** تین جلدوں میں اور ایک جلد **''خاتمۃ السوانح''** تصنیف فرمائی ہے۔ علاوہ تھانوی صاحب کے ملفوظات کا مجموعہ **''حسن العزیز''** چار جلدوں میں، یہ بھی انھیں کی کاوش کا ثمرہ ونتیجہ ہے۔

خواجہ عزیز الحسن صاحب سفر میں اور حضر میں ہمیشہ تھانوی صاحب کی معیت وقربت سے مستفید ومستفیض ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ خواجہ عزیز الحسن صاحب نے تھانوی سے ایک مسئلہ پوچھا، پھر کیا ہوا؟ ملاحظہ فرمائیں:-

> **خواجہ صاحب نے مسح خفین کے متعلق کچھ مسائل پوچھے، تو فرمایا کہ استفتاء کے لیے جزئیات زبانی یاد نہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اب یوں جی چاہتا ہے کہ نماز روزہ میں رہوں، اور سوائے اصلاح باطن کے مجھ سے کچھ نہ پوچھا جائے۔**

حوالہ:

حسن العزیز (تھانوی صاحب کے ملفوظات کا مجموعہ) مرتبہ: حکیم مولوی محمد یوسف بجنوری و حکیم مولوی محمد مصطفیٰ وغیرھما، ناشر: مکتبہ تالیفات اشرفیہ، تھانہ بھون، ضلع: مظفر نگر، (یوپی) ٦/ربیع الاول ۱۳۳۵ھ، دوشنبہ، یکم جنوری ۱۹۱۷ء کی مجلس، جلد ۴، قسط نمبر ۱۰، صفحہ: ۱۱۰، مسلسل صفحہ: ۳۳۴

"مسائل یاد نہیں، میں خود علماء سے پوچھ کر عمل کرتا ہوں"

ایک نو وارد صاحب مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک اور صاحب نے جن کو حضرت والا سے کسی قدر بے تکلفی کا درجہ حاصل تھا ایک فقہی مسئلہ پوچھا۔ حضرت والا نے جواب دے دیا۔ ان نو وارد صاحب نے بھی اسی سلسلہ میں عرض کیا کہ میں بھی کچھ فقہی مسائل پوچھنا چاہتا ہوں۔ فرمایا کہ اب میں اس کام کا نہیں رہا۔ مسائل زیادہ یاد بھی نہیں، میں خود دوسرے علماء سے مسائل پوچھ کر عمل کرتا ہوں۔ یہاں پر مفتی صاحب ہیں ان سے مسائل پوچھئے یا کہیں اور کسی جگہ کے علماء سے۔

حوالہ:

(۱) الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ، از: اشرف علی تھانوی، ناشر: مکتبہ دانش دیوبند (یوپی) جلد ۴، قسط ۴، صفحہ ۴۲۶، ملفوظ ۷۸۰

(۲) الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ (جدید ایڈیشن) از: اشرف علی تھانوی، ناشر: مکتبہ دانش دیوبند (یوپی) حصہ ۸، صفحہ ۲۲۹، ملفوظ ۲۵۳

(۲۰/رجب المرجب ۱۳۵۱ھ- یک شنبہ، بعد نماز ظہر کی مجلس)

تھانوی صاحب فقہی مسائل کے تعلق سے کیے گئے سوال سے اتنا گھبراتے تھے کہ فوراً ہتھیار ڈال دیتے تھے اور تابع ہو کر فوراً اپنی بے بضاعتی کا اعتراف کر کے مسائل بتانے سے اپنی جان چھڑا لیتے تھے اور دوسرے علماء سے دریافت کر لینے کا مشورہ دے دیتے تھے، کیوں کہ خود تھانوی صاحب کو بھی فقہی مسائل یاد نہ تھے۔ وہ خود بھی ضروریات دین کے فقہی مسائل دوسرے علماء سے پوچھ پوچھ کر عمل کرتے تھے۔

”نماز جنازہ میں جانماز (مصلّٰی) مانگنا“

نمازی جب نماز پڑھتا ہے، تب وہ زمین پر جانماز (مصلّٰی) بچھا کر نماز پڑھتا ہے، کیوں کہ نماز میں سجدہ کرنا پڑتا ہے اور سجدہ زمین پر ہی کیا جاتا ہے، لہٰذا ہر نمازی نماز پڑھتے وقت جانماز بچھاتا ہے۔ لیکن نماز جنازہ میں جانماز بچھائی نہیں جاتی، کیوں کہ نماز جنازہ میں سجدہ نہیں ہے۔ نماز جنازہ صرف حالت قیام میں یعنی کھڑے کھڑے ہی ادا کی جاتی ہے۔ اس حقیقت سے ہر عام و خاص مسلمان واقف ہے بلکہ ایک جاہل شخص کو بھی معلوم ہوتا ہے کہ نماز جنازہ میں سجدہ نہ ہونے کی وجہ سے جانماز کی قطعاً کوئی ضرورت محسوس نہیں کی جاتی، جب ایک جاہل شخص کو یہ بات معلوم ہے تو نماز جنازہ پڑھانے والا امام تو یقینی طور پر اس حقیقت سے باخبر اور مطلع ہوتا ہے۔ لیکن داد دیجیے! وہابی، دیوبندی اور تبلیغی جماعت کے نام نہاد مجدد کی علمی صلاحیت کو کہ نماز جنازہ کی امامت کرنے پہنچ گئے اور جانماز طلب فرمائی، حوالہ ملاحظہ فرمائیں:-

> فرمایا ایک مرتبہ نوعمری کے زمانہ میں قصبہ کیرانہ گیا۔ ایک جنازہ پڑھانے کا اتفاق ہوا، میں نے پوچھ لیا جانماز کہاں ہے؟ تو ایک آدمی بولا کہ بس تو پھر ہم لوگوں کے لیے ایک تھان کی ضرورت ہوگی۔ مطلب یہ تھا کہ اگر امام کے لیے جانماز کی ضرورت ہے تو مقتدیوں کے لیے بھی ضرورت ہوگی، اور تھان کے بغیر کام نہ چلے گا، میں شرمندہ ہوا اور سبق ملا۔

حوالہ:

کلمۃ الحق، تھانوی صاحب کے ملفوظات کا مجموعہ، ضبط کردہ: مولوی عبدالحق سکنہ کوٹ، ضلع فتحپور، باہتمام: مولوی ظہورالحسن کسولوی، ناشر: مکتبہ تالیفات اشرفیہ، تھانہ بھون، ضلع: مظفرنگر (یوپی) قسط ۸، صفحہ نمبر ۸۵

"میری لکھی ہوئی عبارتیں خود میری ہی سمجھ میں نہیں آتیں"

ایک مجدد کا مبلغ علم اتنا بلند پایہ ہوتا ہے کہ اس میں فہم وادراک کا وصف اتنا وسیع ہوتا ہے کہ وہ ہر کسی کی بات، قول، فعل اور عبارت کو اچھی طرح سمجھ لیتا ہے۔ بلکہ سائل اور قائل کے کہنے کا مطلب و مقصد اور اس کی مراد کو ایک لمحہ میں جان لیتا ہے، پہچان لیتا ہے، سمجھ لیتا ہے اور اس کی غایت نیت کی تہ تک پہنچ جاتا ہے۔ فہم وادراک کے ساتھ ساتھ اس میں افہام وتفہیم کی صلاحیت بھی بے مثل ومثال ہوتی۔ اسلامی مسائل جو ہمعصر علماء کے لیے مشکل دقیق، کٹھن، نازک، باریک بلکہ لاینحل ہوتے ہیں، ان مسائل کو، ان کے جزئیات کو، ان مسائل کے تعلق سے کتب فقہ کی منقول ومکتوب عبارات کو، علماء متقدمین کے اقوال کو، ان اقوال کے مفہوم کو، اس کی تشریح وتوضیح کو نظر واحد میں تاڑ لیتا ہے اور اس کو اچھی طرح سمجھ کر ایسے حکیمانہ انداز اور حسن اسلوب سے سمجھا بھی دیتا ہے کہ ہمعصر علماء بھی حیرت وتعجب سے انگشت بدنداں ہو جاتے ہیں۔ ایک مجدد میں ان اوصاف کا بکثرت ہونا لازمی بھی ہے کیوں کہ وہ دین متین کی تجدید واحیاء کے لیے ہی دنیا میں بھیجا گیا ہے۔

لیکن وہابی، دیوبندی اور تبلیغی جماعت کے ناسمجھ مجدد کی فہم وادراک کی بے بسی، بے اعتنائی، بے برگی، بے ربطی، بے کسی اور بے مائگی کا یہ عالم ہے کہ خود اپنی ہی لکھی ہوئی عبارتیں سمجھ میں نہیں آتیں۔ حوالہ پیش خدمت ہے:-

چنانچہ بعض عبارتیں میری ہی پہلی لکھی ہوئی اب خود میری ہی سمجھ میں نہیں آتیں۔

حوالہ:

(۱) الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ، از: اشرف علی تھانوی، ناشر: مکتبہ دانش دیوبند (یوپی) جلد۲ میں تیسری جلد، قسط۱۲، صفحہ۲۲۱، ملفوظ۲۸۳

(۲) الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ (جدید ایڈیشن) از: اشرف علی تھانوی، ناشر: مکتبہ دانش دیوبند (یوپی) حصہ۵، صفحہ۳۱۰، ملفوظ۲۹۷

(۲۰/رجب المرجب ۱۳۵۱ھ - یک شنبہ، بعد نماز ظہر کی مجلس)

''پچھلا لکھا ہوا یاد نہیں''

اب ایک اقتباس ایسا پیش خدمت ہے کہ جس سے آپ اندازہ لگالیں گے کہ وہابی، دیوبندی اور تبلیغی جماعت کے نام نہاد مجدد جناب اشرف علی صاحب تھانوی صاحب کی تشہیر میں کس قدر دروغ گوئی سے کام لیا جارہا ہے۔ تھانوی صاحب کو زبردست عالم، صاحب تصانیف کثیرہ، مصنف بے مثال، مفکر و مصلح قوم، ہادیٔ ملت، مجدد دین اور حکیم الامت کے اعلیٰ سے اعلیٰ منصب پر متمکن بتانے کے لیے صدق وصداقت کے دامن سے ہاتھ جھٹک کر کذب بیانی کے گہرے پانی میں غوطہ زنی کی جو مہم چلائی گئی ہے، وہ کتنی مذموم ہے، اس کا اندازہ مندرجہ ذیل اقتباس کو بنظر عمیق پڑھنے سے آجائیگا۔

فرمایا کہ دو چیزیں ہیں جو باوجود تکرار مطالعہ کے بھی ضبط نہیں رہتیں۔ مطالب مثنوی شریف و معانی قرآن مجید، معریٰ کلام مجید پڑھوں تو ضرورت کے موافق تو حل ہوجاتا ہے مگر پوری تفسیر بالکل حاضر نہیں رہتی۔ جب کوئی آیت حل کرنے کی حاجت ہوتی ہے اپنی تفسیر سے دیکھ کر حل کرتا ہوں۔ پچھلا لکھا ہوا یاد نہیں رہتا۔

اسی طرح مثنوی شریف بھی بدون مطالعہ نہیں پڑھا سکتا۔

حوالہ:

حسن العزیز (تھانوی صاحب کے ملفوظات کا مجموعہ) ضبط کردہ: خواجہ عزیز الحسن غوری مجذوب، از: اکابر خلفاء صاحب ملفوظات، باہتمام: مولوی ظہور الحسن کسولوی، ناشر: مکتبہ تالیفات اشرفیہ، تھانہ بھون، ضلع: مظفر نگر، (یوپی) جلد اول کا حصہ ۳، قسط ۱۸، ملفوظ ۳۸۴، ص ۱۶، مسلسل ص ۳۶۰

(۷؍ جمادی الاولی ۱۳۳۴ھ کی مجلس)

یہ تھی تھانوی صاحب کی علمی استعداد کہ مثنوی شریف جیسی آسان کتاب بھی بغیر مطالعہ کیے، طلبہ کو نہیں پڑھا سکتے تھے۔ علاوہ ازیں تھانوی صاحب کو خود اپنا ہی پچھلا لکھا ہوا یاد نہیں تھا۔

ایک اہم نکتہ کی طرف قارئین کرام کی توجہ مرکوز کرانا بھی ضروری ہے کہ ''حسن العزیز'' کتاب کا مندرجہ بالا اقتباس تھانوی صاحب کی ۷؍ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۴ھ کی مجلس کا ہے۔ یعنی ۱۳۳۴ھ میں تھانوی صاحب اعتراف کر رہے ہیں کہ پچھلا لکھا ہوا یاد نہیں۔ تھانوی صاحب کا انتقال ۱۳۶۲ھ میں ہوا ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ انتقال کے سال ۱۳۶۲ھ کے اٹھائیس (۲۸) سال پہلے ہی تھانوی صاحب کی قوت حافظہ جواب دے چکی تھی۔ بلکہ اب تو کچھ حوالے ایسے پیش خدمت کر رہے ہیں کہ صرف ایک مسئلہ کا جزیہ تھانوی صاحب ایک سال کی طویل مدت تک کتاب میں دیکھ کر بھی نہیں ڈھونڈھ سکے تھے۔

”مفقود الخبر کے متعلق ایک سال تک رسالہ تیار نہ ہوسکا“

اب تو میں اتنا قاصر اور عاجز ہوگیا ہوں کہ مجھ کو ایک رسالہ تیار کرانا ہے، وہ رسالہ آج کل کی ضروریات اور خاص کر مفقود الخبر کے متعلق وہ رسالہ ہے۔ مگر ایک سال ہوگیا اگر مجھ میں قابلیت ہوتی تو کیوں اس قدر وقت صرف ہوتا؟ اس سے میرے علم و استحضار کا اندازہ کرلیا جائے۔ اس لئے مجھ کو فقہ سے مناسبت اور مہارت ہوتی تو خدانخواستہ کیا خدمت دین سے انکار ہوسکتا تھا، جو کہ عین دین ہے۔

حوالہ:

(۱) الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ، از: اشرف علی تھانوی، ناشر: مکتبہ دانش دیوبند (یوپی) جلد۳، قسط ۵، صفحہ ۵۰۸، ملفوظ ۸۳۶

(۲) الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ (جدید ایڈیشن) از: اشرف علی تھانوی، ناشر: مکتبہ دانش دیوبند (یوپی) حصہ ۶، صفحہ ۳۱۰، ملفوظ ۴۲۰

(۲۰/ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ - پنج شنبہ، بعد نماز ظہر کی مجلس)

مفقود الخبر یعنی جس عورت کا شوہر لاپتہ ہو اور وہ زندہ ہے یا مرگیا ہے؟ اس کی کوئی خبر نہ ہو، تو ایسی صورت میں اس گم شدہ شوہر کی بیوی کب تک انتظار کرے اور اگر وہ عورت دوسرا نکاح کرنا چاہتی ہو، تو اس کے لیے کیا حکم شرعی ہے؟ یہ مسئلہ فقہ کی قریب قریب تمام کتب مثلاً ● جامع الرموز ● جوہرہ ● جواہر ● حلیہ ● تبیین الحقائق ● ذخیرۃ العقبی ● خلاصۃ الفتاوی ● خزانۃ المفتیین ● تنویر الابصار ● درمختار ● ردالمحتار ● ہدایہ ● غایہ ● عالمگیری ● فتاوی قاضی خان ● وقایہ بدایہ ● نقایہ ● فتح القدیر ● بدائع الصنائع ● عنایہ ● بحرالرائق ● کافی ● وافی ● سراج الوہاج ● فتاوی

خانیہ ● **منحۃ الخالق** وغیرہ کتب میں تفصیل سے مرقوم ہے۔ایک جید مفتی تو کیا بلکہ ایک مولوی جو کسی دارالعلوم سے فارغ ہو، وہ بھی یہ مسئلہ ان کتب سے جزیہ اور حوالہ نقل کر کے بآسانی لکھ سکتا ہے۔ بشرطیکہ اس مولوی کو فقہ سے مناسبت اور رغبت ہو۔

لیکن تھانوی صاحب کہ جن کو علم فقہ سے مناسبت بالکل نہ تھی، پھر بھی وہ برغم خویش خود کو مجدد سمجھتے تھے، لیکن مفقود الخبر کا فقہی مسئلہ تو انھیں یاد نہ تھا اور یاد ہونے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، کیوں کہ تھانوی صاحب کو فقہ سے دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔لیکن حیرت تو اس بات پر ہے کہ ایسا آسان فقہی مسئلہ وہ فقہ کی کتابوں کے حوالوں سے ایک سال کی مدت تک نہ لکھ سکے۔اور اگر لکھنا چاہتے، تو لکھ بھی نہ سکتے تھے۔ کیوں کہ تھانوی صاحب کا دماغ مغز سے خالی ہو چکا تھا اور خصوصاً علم فقہ تو تھانوی صاحب کے بس کی بات ہی نہ تھی۔ایک حوالہ اور پیش خدمت ہے:-

ذہن بھی ضعیف حافظہ بھی ضعیف:

اب تو عمر کے اعتبار سے بھی زمانہ دوسرا ہے۔قویٰ بھی ضعیف، ذہن بھی ضعیف، حافظہ بھی ضعیف، یہ بھی اللہ کا احسان اور فضل ہے کہ وہ آرام دینا چاہتے ہیں۔ہر چیز میں انحطاط ہو گیا۔خصوصاً فقہیات میں تو دخل دیتا ہوا بہت ہی ڈرتا ہوں، ہمت نہیں ہوتی اور اکثر لوگوں کو میں اسی میں زیادہ دلیر پاتا ہوں۔

حوالہ:

(۱) الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ، از: اشرف علی تھانوی، ناشر: مکتبہ دانش دیوبند (یوپی) جلد۳، قسط۱۵، صفحہ۵۰۸، ملفوظ ۸۳۶

(۲) الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ (جدید ایڈیشن) از: اشرف علی تھانوی، ناشر: مکتبہ دانش دیوبند (یوپی) حصہ۶، صفحہ۳۱۰، ملفوظ ۴۲۰

(۲۰/ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ - پنج شنبہ، بعد نماز ظہر کی مجلس)

تھانوی صاحب ۱۳۵۱ھ میں اعتراف کر رہے ہیں کہ اب وہ کام کے نہیں رہے۔ قویٰ، ذہن اور حافظہ جواب دے چکے ہیں۔ ہر معاملہ میں انحطاط یعنی تنزل (Downfal) ہو گیا ہے اور خصوصاً علم فقہ میں تو دماغ کا دیوالہ نکل گیا ہے۔ اپنی اس حالت بے بسی پر بھی تھانوی صاحب **"موچھ مروڑا روٹی توڑا"** والی مثل کے مصداق بن کر شیخی مارتے ہوئے یہ فرماتے ہیں کہ **"یہ بھی اللہ کا احسان اور فضل ہے کہ وہ آرام دینا چاہتے ہیں"**

واہ جناب! واہ! اسی کو کہتے ہیں کہ **رسی جل گئی پر بل نہیں گیا**۔ اپنی کمزوری یادداشت کے عیب و نقص پر ریشمی رومال ڈال کر اسے حسین پیرایہ میں ڈھالنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ آرام دینا چاہتا ہے، اسی لیے میں سب کچھ بھول بھال گیا ہوں کہہ کر تھانوی صاحب اپنی انانیت کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ صاف لفظوں میں اعتراف کر لینا چاہیے تھا کہ اب اللہ تعالی نے پڑھا لکھا سلب کر لیا ہے۔ فضل الٰہی سے اب محروم ہو گیا ہوں۔ علم کی دولت چھین لی گئی ہے۔ علم فقہ کہ جو ضروریات دین کے مسائل کے حل کے لیے لازمی اور ضروری ہے، اس کو بھول بیٹھنے پر نہایت رنج و افسوس ہونا چاہیے نہ کہ اسے اللہ کا فضل و احسان اور اللہ آرام دینا چاہتا ہے کہہ کر **اپنے منہ میاں مٹھو** بن کر اپنے آپ کو اللہ کا مقرب بندہ جتانے کی ڈنگ مارنی چاہیئے۔ یہ تو ایسی بات ہوئی کہ کسی کا حادثہ (Accident) میں ایک ہاتھ کٹ جائے اور وہ شیخی مارے کہ یہ بھی اللہ کا احسان اور فضل ہوا کہ اب نماز کے لیے وضو

کرنے میں دو ہاتھ دھونے کی تکلیف نہیں اٹھانی پڑے گی۔صرف ایک ہاتھ دھونا پڑے گا۔ایک ہاتھ دھونے سے کام چل جائے گا،دوسرا ہاتھ دھونے کی محنت سے آرام مل گیا۔

''علم فقہ سب سے زیادہ مشکل''

ایک مجدد جو ایک سو سال کے بعد آتا ہے اور امت کے لیے دین تازہ کرنے کی خدمت انجام دیتا ہے، وہ علوم دینیہ کے ہر شعبہ میں مہارت تامہ رکھتا ہے۔عوام بلکہ خواص بھی دینی مسائل اس سے پوچھ کر حل کرتے ہیں۔دقیق سے دقیق مسائل وہ لمحہ بھر میں حل کر دیتا ہے۔لیکن وہابی، دیوبندی اور تبلیغی جماعت کے نام نہاد اور جاہل مجدد کی علمی صلاحیت کے فقدان کا یہ عالم ہے کہ فقہی مسائل جو ضروریات دین سے تعلق رکھتے ہیں، وہ فقہی مسائل بھی انہیں یاد نہیں،ایک حوالہ ملاحظہ فرمائیں:-

> **چنانچہ فقہ کے مسائل پر میں خود دوسرے علماء سے پوچھ کر عمل کرتا ہوں اور فقہ سب سے زیادہ مشکل اور اہم چیز ہے۔اس میں دخل دیتے ہوئے بہت ڈر معلوم ہوتا ہے اور بعضے لوگوں کو میں دیکھتا ہوں کہ اس میں ہی زیادہ دلیر ہیں۔**

حوالہ:

(۱) الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ، از: اشرف علی تھانوی، ناشر: مکتبہ دانش دیوبند (یوپی) جلد ۳، قسط ۱۵، صفحہ ۵۵۴، ملفوظ ۹۲۲

(۲) الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ (جدید ایڈیشن) از: اشرف علی تھانوی، ناشر: مکتبہ دانش دیوبند (یوپی) حصہ ۷، صفحہ ۴، ملفوظ ۷

(۲۶/ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ- چہار شنبہ، بوقت صبح کی مجلس)

ایک طرف تو تھانوی صاحب کے مجدد ہونے کا بڑے زور و شور سے ڈھول پیٹا جا رہا ہے۔

لیکن تھانوی صاحب کی علمی صلاحیت کا یہ عالم ہے کہ ضروریات دین سے تعلق رکھنے والے فقہی مسائل بھی تھانوی صاحب دوسروں سے پوچھ پوچھ کر عمل کرتے تھے بلکہ خود انہوں نے یہ اعتراف بھی کیا ہے کہ فقہ سب سے زیادہ مشکل ہے۔ بے شک! ایک جاہل اور اناڑی کے لیے علم فقہ یقیناً مشکل امر ہے۔ مثلاً جس کو سائیکل چلانا بھی نہیں آتی، ایسے شخص کو اگر اسکوٹر چلانے کے لیے کہا جائے گا، تو یہ کام اس کے لیے ضرور مشکل ہوگا بلکہ وہ اسکوٹر چلاتے ہوئے بہت ہی ڈر اور خوف محسوس کرے گا۔ یہی حال تبلیغی جماعت کے جاہل مجدد کا ہے۔ اسی لیے تو فرمایا کہ **''فقہ سب سے زیادہ مشکل اور اہم چیز ہے۔ اس میں دخل دیتے ہوئے بہت ڈر معلوم ہوتا ہے۔''**

ٹھیک ہے جب علم ہی نہیں تو دخل دیتے ہوئے ڈر محسوس ہوگا۔ لیکن بے حیائی اور بے غیرتی تو یہ ہے کہ اپنی جہالت پر نادم ہونے کے بجائے علم فقہ جاننے والے اور فقہ کے مسائل فی الفور بیان کر دینے والے حضرات کی تعریف و تحسین کرنے کے بجائے ان کی تذلیل کرتے ہوئے یہ کہنا کہ **''بعضے لوگوں کو میں دیکھتا ہوں کہ اسی میں زیادہ دلیر ہیں۔''** یہ جملہ تھانوی صاحب کے دل میں بھری ہوئی حسد کی آگ کی چنگاریاں بکھیرتا ہے اور علم فقہ کے مسائل بیان کرنے والے حضرات سے بغض اور جلن کی عکاسی کر رہا ہے۔ خود کو مسائل یاد نہیں، تو دوسروں پر کیوں جلتے ہو؟

اب تک بیان کردہ اقتباس نمبر۴ سے ۱۳ کا ماحصل یہ ہے کہ:-

- تھانوی صاحب نماز میں ''سمع اللہ لمن حمدہ'' بھی غلط پڑھتے تھے۔ ایک مرید نے جب انھیں مطلع کیا، تب انھوں نے اصلاح کی۔
- تھانوی صاحب کو نماز عید میں ترک واجب کا مسئلہ بھی یاد نہیں تھا۔ سائل سے کہا کہ مجھے مسائل جزیہ یاد نہیں۔ جو کچھ پہلے ٹوٹا پھوٹا پڑھا تھا، اب وہ بھی بھول گیا۔
- تھانوی صاحب کے خلیفۂ خاص خواجہ عزیز الحسن نے تھانوی صاحب سے موزوں پر مسح کرنے کا مسئلہ پوچھا، تو زبانی یاد نہیں۔ ایسا جواب میں کہا۔

- ایک نو وارد نے تھانوی سے کوئی فقہی مسئلہ پوچھنا چاہا، تو تھانوی صاحب نے فرمایا کہ مجھے مسائل یاد نہیں۔ یہاں پر جو مفتی صاحب ہیں، ان سے یا کہیں اور کسی جگہ کے علماء سے پوچھیئے۔
- تھانوی صاحب نے نماز جنازہ پڑھاتے وقت جا نماز (مصلیٰ) طلب کیا۔ شاید تھانوی صاحب کو معلوم نہ ہوگا کہ نماز جنازہ میں سجدہ نہیں۔
- تھانوی صاحب کی خود کی لکھی ہوئی عبارتیں خود تھانوی صاحب ہی کی سمجھ میں نہیں آتی تھیں۔
- تھانوی صاحب کو پچھلا لکھا ہوا یاد نہیں رہتا تھا۔ تھانوی صاحب کی علمی بے مائیگی کا یہ عالم تھا کہ مثنوی شریف جیسی آسان کتاب بھی بغیر مطالعہ کیے نہیں پڑھا سکتے تھے۔
- مفقود الخبر یعنی جو شخص گم ہوگیا ہو اور اس کی کوئی خبر نہ ہو، ایسے شخص کی بیوی کے لیے شرعاً کیا حکم ہے؟ اس مسئلہ کے تعلق سے تھانوی صاحب ایک سال تک کتابوں سے جزئیات نہ ڈھونڈھ سکے اور ایک سال کی طویل مدت تک رسالہ تیار نہ کرا سکے۔
- تھانوی صاحب کے انتقال کے تقریباً اٹھائیس ۲۸ پہلے تھانوی صاحب کا قویٰ، ذہن، اور حافظہ جواب دے چکا تھا۔
- تھانوی صاحب کو فقہی مسائل یاد نہیں تھے۔ ضروریات دین کے فقہی مسائل دوسرے علماء سے پوچھ کر عمل کرتے تھے۔

اب آیئے! تھانوی صاحب کی ذہانت کو داد دینی پڑے ایسے چند واقعات پیش خدمت ہیں کہ تھانوی صاحب اپنی جہالت پر پردہ ڈالنے کے لیے کیسی کیسی تدبیریں اور ترکیبیں کرتے تھے۔ ایک عام سطح کا مولوی بھی جن مسائل کو بآسانی بتادے، ایسے آسان مسائل بھی تھانوی صاحب نہیں جانتے تھے۔ لیکن عوام الناس پر ان کی جہالت کی حقیقت منکشف نہ ہوجائے اور ان کی جہالت ریشمی پردے میں مستور رہے، اس لیے وہ طرح طرح کے حیلے بہانے تجویز فرماتے تھے اور ایسے ایسے مکر و فریب کے گل کھلاتے کہ سننے والا دنگ رہ جاتا۔

تھانوی صاحب نے مسائل بتانے سے گریز کرنے کے لیے چند طریقے تجویز کیے تھے اور وہ حسب ذیل تھے:-

(۱) کبھی سائل کو مسئلہ بتانے کے بجائے اسی مسئلہ کی نوعیت کا سوال کرتے تھے اور سائل سے یہ کہتے تھے کہ پہلے میرے سوال کا جواب دو۔ اگر تم میرے سوال کا جواب نہیں دو گے، تو میں بھی تمھارے سوال کا جواب نہیں دونگا۔ تھانوی صاحب کا سوال ایسا اٹ ست اور پیچیدہ ہوتا تھا کہ مسئلہ پوچھنے والا جواب نہ دے سکتا تھا۔ لہٰذا تھانوی صاحب اس بہانے مسئلہ بتانے سے اپنی جان چھڑا لیتے تھے۔

(۲) کبھی سائل سے سوال کی حکمت دریافت فرما کر سائل کو ساکت کر دیتے اور سوال کی حکمت بیان نہ کرنے کی وجہ سے مسئلہ نہ بتاتے تھے۔

(۳) کبھی سائل سے یہ پوچھتے کہ سوال کرنے سے تمہارا مقصد استفادہ ہے یا امتحان؟ اگر سائل یہ کہتا کہ استفادہ مقصود ہے، تو تھانوی صاحب فرماتے کہ آپ کو میرا مبلغ علم معلوم نہیں، لہٰذا آپ کو جواب صحیح ہونے کا اطمینان کیسے ہوگا؟ اور اگر سائل یہ کہتا کہ امتحان مقصود ہے، تو تھانوی صاحب فرماتے کہ میں مدرسۂ دیوبند میں امتحان دے چکا ہوں، اب میں آپ کو امتحان دینا نہیں چاہتا اور آپ کو امتحان لینے کا کوئی حق بھی نہیں۔ سائل تھانوی صاحب کا ایسا بے درنگ جواب سن کر خاموش ہو جاتا۔

(۴) اگر کوئی کسی فعل کے جائز یا ناجائز ہونے کے متعلق سوال کرتا، تو تھانوی صاحب اس کا صاف جواب جائز ہے یا ناجائز ہے، دینے کے بجائے ٹال مٹول کرنے کے لیے سائل سے پوچھتے کہ آپ کو شبہ کا ہے سے پڑا۔

(۵) کبھی سائل کو سوال کا جواب دینے کے بجائے سائل کی علمی استداد پوچھتے اور ساتھ میں یہ بھی پوچھتے کہ سوال پوچھنے سے تمھاری نیت کیا ہے؟ اور آپ کی علمی استعداد اور آپ کی نیت مجھے معلوم نہیں لہٰذا جواب نہ دونگا۔

(٦) اگر کوئی پوچھتا کہ فلاں کام کرنے کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟ ایسے سوال کے جواب میں تھانوی صاحب شرعی حکم بتانے کے بجائے سائل سے پوچھتے کہ کس کا حکم؟ حدیث کا یا علماء کا یا مشائخ کا؟ الغرض خود کو مسئلہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے اس طرح سائل کو الجھن میں ڈال دیتے اور سوال کا جواب دینے سے اپنی جان چھڑاتے۔

(٧) اگر کسی جانور یا پرندے کے حلال یا حرام ہونے کا استفتاء کیا جاتا، تو تھانوی اس کے حلال یا حرام ہونے کا حکم بتانے کے بجائے سائل سے اُلٹا سوال کرتے کہ کیا تم کھاؤ گے؟ یہ عقیدہ کا مسئلہ نہیں، نہ تم پر پوچھنا فرض اور نہ مجھ پر بتانا فرض۔ ایسا کہہ کر جواب نہ دیتے اور سائل کو ایسے مسائل نہ پوچھنے کا مشورہ دیتے۔

المختصر! تھانوی صاحب اپنی جہالت کے عیب پر پردہ ڈالنے کے لیے فقہی مسائل یا دیگر شرعی احکام وامور کے تعلق سے جواب دینے کے بجائے **نت نئی چال چلتے** اور سائل کے سوال کا جواب ٹال دیتے۔ بلکہ کبھی کبھی تو بداخلاقی اور بدتہذیبی کا مظاہرہ فرماتے ہوئے مسئلہ پوچھنے والے کو ایسا آڑے **ہاتھوں لیتے** کہ بیچارے سائل کو **دن میں تارے نظر آنے لگتے** اور تھانوی صاحب کی تشدد آمیز ڈانٹ ڈپٹ سے **جان چھڑانا مشکل** ہو جاتا۔ مجدد کے اعلیٰ منصب پر کود کر چڑھ تو بیٹھے لیکن جہالت کے دلدل میں ایسے پھنسے ہوئے تھے کہ ضروریات دین کے آسان مسائل بتاتے ہوئے تھانوی صاحب کی **جان دُھک دُھکی میں اٹک جاتی تھی**۔ وہابی، دیوبندی اور تبلیغی جماعت کے خودساختہ جاہل نام نہاد مجدد جناب تھانوی صاحب کی علمی صلاحیت کے تعلق سے ہم نے مندرجہ بالا نمبر: ا سے ٧ تک جو وضاحت کی ہے، یہ کوئی غلط الزام، اتہام یا افترا پردازی نہیں بلکہ ایسی اظہر من الشمس حقیقت ہے کہ جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ہمارے اس دعویٰ کی دلیل اور ثبوت میں تھانوی صاحب کے ملفوظات اور سوانح حیات پر مشتمل دیوبندی مکتبۂ فکر کی معتبر و معتمد کتب کے چند اقتباسات لطف اندوزی کے لیے ناظرین کے پیش خدمت ہیں:-

”بمبئی میں حج کیوں نہیں ہوتا؟“

فقہ کا مسلم فتویٰ ہے کہ دیہات میں جمعہ نہیں ہوتا۔نماز جمعہ فرض ہونے کے لیے شہر کا ہونا شرائط سے ہے۔دیہات میں نماز جمعہ قائم نہیں ہوسکتی،اس کی اہم وجہ یہی ہے کہ نماز جمعہ قائم کرنے کے لیے فقہ کی متعدد کتب میں جو سات شرائط بیان فرمائے گیے ہیں،ان میں پہلی شرط ”شہر ہونا“ ہے۔یہی وجہ ہے کہ دیہات میں نماز جمعہ قائم نہیں کی جاتی بلکہ جمعہ کے دن بھی دیہات میں نماز ظہر پڑھی جاتی ہے۔فقہ کا یہ ایسا مشہور اور آسان مسئلہ ہے کہ تھوڑی سی بھی مذہبی معلومات رکھنے والا عام آدمی بھی اس مسئلہ سے واقف ہوتا ہے۔لیکن تبلیغی جماعت کے حکیم الامت اور خود ساختہ مجدد سے ایک شخص نے دیہات میں جمعہ نہ ہونے کی وجہ پوچھی،تو کیا جواب ملا؟ ملاحظہ فرمائیں:-

> **ایک شخص مجھ سے کہنے لگے کہ گاؤں میں جمعہ کیوں نہیں ہوتا،اس کی کیا وجہ؟ میں نے کہا کہ بمبئی میں حج کیوں نہیں ہوتا،اس کی کیا وجہ؟ خاموش ہوگئے،پھر کچھ نہ بولے۔اپنے ہی اعتراض کا جواب لینا آتا ہے،دوسرے کا بھی تو جواب دینا چاہیے۔**

حوالہ:

(۱) الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ، از: اشرف علی تھانوی، ناشر: مکتبہ دانش دیوبند (یوپی) جلد۲،قسط۴،صفحہ ۳۸۸،ملفوظ ۶۹۷

(۲) الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ (جدید ایڈیشن) از: اشرف علی تھانوی، ناشر: مکتبہ دانش دیوبند (یوپی) حصہ ۴،صفحہ ۱۷۰،ملفوظ ۲۰۶

(۱۵/ربیع الاول ۱۳۵۱ھ - پنج شنبہ، صبح کی مجلس)

”دیہات میں جمعہ کے متعلق عجیب جواب“

فرمایا کہ ایک شخص نے بذریعہ خط دریافت کیا ہے کہ دیہات میں جمعہ جائز ہے یانہیں؟ میں نے آج عجیب جواب لکھا ہے۔ یہ لکھ دیا ہے کہ کون سے امام کے نزدیک؟ اب بڑا گھبراوے گا، اگر میں لکھتا کہ جائز نہیں، تو چونکہ وہ میرا فتویٰ ہوتا۔ سائل بڑی گڑبڑ کرتا، اب ایک امام کا قول نقل کر دوں گا اور اب چونکہ اس نے کسی امام کا قول دریافت نہیں کیا، اس لیے نہیں لکھا۔

حوالہ:

(۱) الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ، از: اشرف علی تھانوی، ناشر: مکتبہ دانش دیوبند (یوپی) جلد۲، قسط۴، صفحہ۴۰۸، ملفوظ ۳۵۷

(۲) الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ (جدید ایڈیشن) از: اشرف علی تھانوی، ناشر: مکتبہ دانش دیوبند (یوپی) حصہ۴، صفحہ۱۹۴، ملفوظ ۲۴۳

(۱۷/ربیع الاول ۱۳۵۱ھ۔شنبہ، بعد نماز ظہر کی مجلس)

”ناک منھ پر کیوں ہے؟ پشت پر کیوں نہیں؟“

فرمایا مجھ سے ایک وکیل نے پوچھا، نمازیں پانچ کیوں مقرر ہوئی؟ میں نے کہا تمہاری ناک منہ پر کیوں ہے، پشت پر کیوں نہیں؟ اس نے جواب دیا کہ اگر پشت پر ہوتی تو بدزیب ہوتی، میں نے کہا بالکل غلط! اگر سب کی ناک پشت ہی پر ہوا کرتی تو ہرگز بری نہ لگتی۔ بس چپ رہ گیا۔

حوالہ:

(۱) فیوض الخلائق، تھانوی صاحب کے ملفوظات کا مجموعہ، مرتبہ: مولوی عبدالخالق ٹانڈوی، تالیفات اشرفیہ کی قسط ہشتم، صفحہ: ۲۸، ملفوظ: ۵۵ ناشر: مکتبہ تالیفات اشرفیہ، تھانہ بھون، ضلع: مظفر نگر (یوپی)

(۲) حسن العزیز، (تھانوی صاحب کے ملفوظات کا مجموعہ) مرتب: مولوی محمد یوسف صاحب بجنوری، ناشر: مکتبہ تالیفات اشرفیہ، تھانہ بھون، ضلع مظفر نگر (یوپی) جلد:۳ حصہ:۱، قسط:۱۲، ص:۱۱۰

''میں آپ کو امتحان دینا نہیں چاہتا''

تھانوی صاحب سے گیارہوں شریف کے متعلق سوال کیا گیا۔ تھانوی صاحب نے اپنا عقیدہ اور نظریہ چھپانے کے لیے صاف جواب دینے کے بجائے کیسا گول مٹول جواب دیا، اور سائل کے سوال کا جواب ٹالتے ہوئے بد اخلاقی کا بھی مظاہرہ فرمایا۔ ملاحظہ فرمائیں:-

ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ میں ایک مرتبہ رامپور گیا۔ وعظ ہوا۔ باوجودیکہ میں نے وعظ میں کوئی اختلافی مسئلہ بیان نہیں کیا، مگر پھر بھی بعضوں کو شبہ ہوا کہ ہمارے مسئلہ بدعت کا مخالف ہے۔ اس کے امتحان کے لیے ایک صاحب میرے پاس آئے اور مجھ سے سوال کیا کہ گیارہویں کے متعلق کیا حکم ہے؟ میں نے کہا کہ آپ جو سوال کرتے ہیں استفادہ مقصود ہے یا امتحان یا کیا؟ کہا کہ استفادہ۔ میں نے کہا کہ آپ کو میرا مبلغ علم معلوم نہیں۔ دیانت معلوم نہیں، تو یہ آپ کو کیسے اطمنان ہوا کہ میں صحیح جواب دوں گا اور وہ قابل عمل ہوگا۔ آپ علماء شہر سے پوچھئے۔ کہا کہ اچھا یہی سمجھ لیجئے کہ استفادہ مقصود

نہیں امتحان مقصود ہے۔ میں نے کہا کہ میں مدرسۂ دیوبند میں سالانہ ماہانہ امتحان دے چکا ہوں۔ اب میں آپ کو امتحان دینا نہیں چاہتا اور نہ آپ کو امتحان لینے کا کوئی حق ہے۔ بس اپنا سامنہ لیکر رہ گئے۔

حوالہ:

(۱) الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ، از: اشرف علی تھانوی، ناشر: مکتبہ دانش دیوبند (یوپی) جلد۳، قسط۱۴، صفحہ ۴۱۶، ملفوظ ۶۵۱

(۲) الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ (جدید ایڈیشن) از: اشرف علی تھانوی، ناشر: مکتبہ دانش دیوبند (یوپی) حصہ ۶ صفحہ ۱۸۵، ملفوظ ۲۳۵

(۴/ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ – سہ شنبہ، بوقت صبح کی مجلس)

''سود کیوں حرام ہے؟ کا جواب زنا کیوں حرام ہے؟''

ایک ایسے ہی صاحب کا جو کہ ایک قریب کے قصبہ میں سب انسپکٹر تھے، ایک واقعہ یاد آیا۔ ان کا خط آیا تھا۔ لکھا تھا کہ کافر سے سود لینا کیوں حرام ہے؟ میں نے لکھا کہ کافر عورت سے زنا کیوں حرام ہے؟ جواب آیا کہ علماء کو اس قدر خشک نہیں ہونا چاہئے۔ میں نے لکھا کہ جہلا کو بھی اس قدر تر نہ ہونا چاہیے کہ جس سے ڈوب ہی جائیں۔

حوالہ:

(۱) الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ، از: اشرف علی تھانوی، ناشر: مکتبہ دانش دیوبند (یوپی) جلد۲، قسط۳، صفحہ ۲۹۸، ملفوظ ۵۶۶

(۲)الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ (جدید ایڈیشن) از: اشرف علی تھانوی، ناشر: مکتبہ دانش دیوبند (یوپی) حصہ ۴، صفحہ ۶۱، ملفوظ ۴۷

(۳)حسن العزیز (تھانوی صاحب کے ملفوظات کا مجموعہ) مرتب: مولوی محمد یوسف بجنوری، ناشر: مکتبہ تالیفات اشرفیہ، تھانہ بھون، ضلع: مظفر نگر (یوپی) جلد: ۳، حصہ: ۱، قسط: ۱۲، ص: ۱۱۰

(۷؍ربیع الاول ۱۳۵۱ھ - چہار شنبہ، صبح کی مجلس)

''اتنی تری نہ چاہیے کہ اس میں ڈوب جائے''

کافر سے سود کیوں حرام ہے؟ اس سوال کا تھانوی صاحب نے مندرجہ بالا واقعہ میں مذکور انسپکٹر صاحب کے علاوہ ایک اور شخص کو بھی ایسا ہی جواب دیا کہ کافرہ سے زنا کیوں حرام ہے؟ جب سائل کو تشفی بخش جواب نہ ملا، تو اس نے شکایت کا خط لکھا، لیکن جوابی خط کے لیے پوسٹ کا ٹکٹ نہیں بھیجا۔ اگر ٹکٹ بھیجا ہوتا، تو اس کو بھی تھانوی صاحب یہی جواب لکھتے کہ اتنی تری نہ چاہیے کہ اس میں ڈوب ہی جائے۔

فرمایا کہ ایک صاحب نے لکھا تھا کہ کافر سے سود لینا کیوں حرام ہے؟ میں نے لکھا کہ کافر عورت سے زنا کیوں حرام ہے؟ اس کا تو کوئی جواب نہیں دیا شکایت کا خط آیا۔ لکھا تھا کہ علماء کو اتنی خشکی نہ چاہیئے۔ جواب کے لیے ٹکٹ نہ تھا اس لیے جواب نہیں دیا گیا۔ اگر ٹکٹ ہوتا تو یہ جواب دیتا کہ جہلاء کو بھی اتنی تری نہ چاہیئے کہ اس میں ڈوب ہی جائیں۔

حوالہ:

(۱) الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ، از: اشرف علی تھانوی، ناشر: مکتبہ دانش دیوبند (یوپی) جلد ا، قسط ۲، صفحہ ۱۶۱، ملفوظ ۳۰۳

(۲) الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ (جدید ایڈیشن) از: اشرف علی تھانوی، ناشر: مکتبہ دانش دیوبند (یوپی) حصہ ا، صفحہ ۲۲۴، ملفوظ ۳۰۳

(۳) حسن العزیز (تھانوی صاحب کے ملفوظات کا مجموعہ) مرتب: مولوی محمد یوسف بجنوری، جلد: ۳، حصہ: ا، قسط: ۱۲، ص: ۶۵

(۱۷ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ - سہ شنبہ، بعد نماز ظہر کی مجلس)

تھانوی صاحب کو "تری" اور اس میں "ڈوبنا" سے ایک قلبی لگاؤ تھا۔ جس کی تفصیل راقم الحروم کی تصنیف "**علمائے دیوبند کی محفلیں**" میں ملاحظہ فرمائیں۔

"کلکٹر سے مسئلہ پوچھو، مجھ سے زیادہ معزز وہ ہے"

تھانوی صاحب سے ایک شخص نے قراءت خلف الامام یعنی امام کی اقتداء میں نماز پڑھنے والے مقتدی کے لیے قراءت کرنے کے عدم جواز کی وجہ پوچھی، تھانوی صاحب نے کہا کہ اگر میں وجہ بتاؤنگا، تو کیا میرے بتانے کا اعتبار کروگے؟ اور کیوں کروگے؟ اس شخص نے کہا کہ آپ کا اعتبار اس لیے کروں گا کہ آپ معزز یعنی عزت والے آدمی ہو۔ اس پر تھانوی صاحب نے جواب دیا کہ کلکٹر سے اب مسئلہ پوچھو۔ کیوں کہ مجھ سے زیادہ معزز کلکٹر ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو:-

ایک شخص جامع مسجد سے بنگلہ تک ساتھ آیا اور بیٹھتے ہی کہا مجھے ایک بات پوچھنی ہے۔فرمایا پوچھئے۔کہا فاتحہ خلف الامام پڑھنا کیسا ہے؟ فرمایا جائز نہیں۔کہاوجہ کیاہے؟فرمایاہم جوکچھ بتادیں گےاس کا صحیح ہونا کیسے جانو گے؟ کہاہم آپ کااعتبار کریں گے۔فرمایا جو جواب اس کا مجھے بہت بعد میں دینا ہوگا، وہ یہیں دیئے دیتاہوں کہ جب ہمارا تمہیں اعتبار ہےاور ہمارے اعتبار پر دلیل کوصحیح مان لوگے،تو ابھی سے جو بتلایا ہےاس کوصحیح مان لواوراعتبار کرلو۔ اخیر میں جا کر بھی تو یہی کہنا پڑے گا اور میں پوچھتا ہوں کہ کوئی وجہ بتاؤاعتبار کرنے کی۔ایک پردیسی راہ چلتے آدمی کا اعتبار ایک دینی مسئلہ میں کیوں کر لوگے؟

کہا آپ معزز آدمی ہیں۔آپ خلاف نہیں کہیں گے۔فرمایا معزز تو کلکٹر صاحب ہیں۔ان سے پوچھ لواور یہ ظاہر ہےاورکوئی بھی اس کا انکارنہیں کر سکتا۔اول تو ہم معزز نہیں۔کیا بات اعزاز کی دیکھی اوراگر ہوں بھی تو کلکٹر صاحب کی برابر تو معزز نہیں۔بہرحال کلکٹر صاحب کےقول کو ہمارےقول پر ترجیح ہوگی۔

حوالہ:

حسن العزیز،تھانوی صاحب کے ملفوظات کا مجموعہ، مرتبہ: مولوی حکیم محمد یوسف صاحب ومولوی محمد مصطفیٰ صاحب،جلد۴،قسط۱۰،صفحہ۱۵۰،ناشر: مکتبہ تالیفات اشرفیہ،تھانہ بھون،ضلع مظفرنگر،(یوپی)

''سوال عن الحکمت میں کیا حکمت ہے؟''

ایک ایسے ہی مذاق والے شخص نے لکھا کہ فلاں مسئلہ میں کیا حکمت ہے؟ میں نے جواب میں لکھا کہ سوال عن الحکمت میں کیا حکمت ہے؟ ہم سے تو اللہ تعالیٰ کے احکام کی حکمتیں پوچھی جاتی ہیں، جو کہ ہمارے افعال بھی نہیں۔ آپ اپنے ہی سوال کی حکمتیں بتلا دیجئے جو کہ آپ کا فعل ہے۔

حوالہ:

(۱) الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ، از: اشرف علی تھانوی، ناشر: مکتبہ دانش دیوبند (یوپی) جلد۲، قسط۳، صفحہ ۲۹۸، ملفوظ ۵۶۶

(۲) الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ (جدید ایڈیشن) از: اشرف علی تھانوی، ناشر: مکتبہ دانش دیوبند (یوپی) حصہ۴، صفحہ ۶۱، ملفوظ ۴۷

(۳) حسن العزیز (تھانوی صاحب کے ملفوظات کا مجموعہ) مرتب: مولوی محمد یوسف بجنوری، جلد:۳، حصہ:۱، قسط:۱۲، ص:۶۷)

(۷/ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ - چہار شنبہ، صبح کی مجلس)

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ایک صفاتی نام ''حکیم'' یعنی حکمت والا ہے۔ عربی کا مشہور مقولہ بھی ہے کہ ''فِعلُ الْحَکِیمِ لَا یَخلُوْ عَنِ الْحِکْمَةِ'' یعنی حکیم کا کوئی بھی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ جب اللہ تعالیٰ حکیم ہے، تو اللہ تعالیٰ کے تمام احکام بھی حکمت سے بھرے ہوئے ہیں۔ اسلام کے ہر قانون میں کوئی نہ کوئی حکمت یعنی راز، بھید، بھلائی، دانائی، تدبیر، مصلحت، انتظام امر، جیسے محاسن پوشیدہ ہیں، جس کو ہر عام آدمی نہیں پہچانتا، اسلامی قوانین میں پوشیدہ حکمت کے رموز پر علمائے اسلام واقف

ہوتے ہیں اور وہ علماء اپنی اس واقفیت کا اشاعت اسلام اور فروغ دین کے خدمت کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ یعنی عوام کو اعمال صالحہ کی ترغیب اور برے کاموں سے اجتناب کی نصیحت کرتے وقت اسلامی احکام کی اہمیت جتا کر دین اسلام کی حقانیت اور دین اسلام کے احکام کے محاسن کی عوام کو واقفیت مرحمت فرماتے ہیں تاکہ اسلام کے پیرو اور تابع اسلامی احکام کی پابندی سے ادائیگی کریں اور اسلام کی حقانیت پر اپنا یقین مزید پختہ کریں۔ قوم مسلم کی اکثریت اس حقیقت سے تو اچھی طرح واقف ہے کہ اسلام کے ہر قانون میں کوئی نہ کوئی حکمت پوشیدہ ہے لیکن وہ اس حکمت پر مطلع نہیں۔ لہٰذا وہ علماء سے پوچھ کر اپنا ایمان وعقیدہ اور یقین پختہ کرتے ہیں۔

تھانوی صاحب سے بھی ایسے ہی کسی شخص نے کسی مسئلہ کی حکمت پوچھنے کی ہمت کر ڈالی۔ مگر واہ رے تھانوی صاحب! داد دینی چاہیے ان کی ذہانت کی! مسئلہ کی حکمت معلوم نہ تھی لہٰذا اپنی جہالت کا اعتراف کرنے کے بجائے سائل کو ہی لتاڑنا شروع کر دیا اور **الٹا چور کوتوال کو ڈانٹنے** والی مثل کے مصداق بنتے ہوئے الٹا سوال کر ڈالا کہ **سوال عن الحکمت میں کیا حکمت ہے**؟ یعنی تم حکمت کے تعلق سے جو سوال کر رہے ہو، اس میں تمہاری کیا حکمت ہے؟ اس طرح بے تکی منطق چھانٹ کر علمی جواب دینے سے اپنی جان چھڑا لی۔ اس طرح علمی معاملات میں **طوطا چشمی کرنا** میدان علم سے بزدلی دکھا کر راہ فرار اختیار کرنے کے مترادف ہے۔ کوئی بہادری نہیں۔ مگر تھانوی صاحب کو اپنی اس بزدلی میں بھی بہادری کے جوہر نظر آتے ہیں۔ اس لیے تو انھوں نے اپنی اس نامردی کے کارنامے کو اپنی مجلسوں میں بار بار فخریہ بیان فرما رہے ہیں۔ ابھی ناظرین نے جو حوالہ **"الافاضات الیومیہ"** کا ملاحظہ فرمایا، وہ ۷ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ، بروز چہارشنبہ، صبح کی مجلس کا تھا۔ لیکن صرف اسی دن اپنی نامردی کا کارنامہ بیان کر دینے سے تھانوی صاحب مطمئن نہ ہوئے۔ لہٰذا پچاس دنوں کے بعد یعنی ۲۷ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ، بعد نماز ظہر کی مجلس میں بھی اسی واقعہ کو بیان کیا ہے۔ اپنی مذموم حرکت کو بزعم خویش بہادری گردان کر شیخی ماری ہے اور **اپنے منھ میاں مٹھو** بننے کی حرکت کی ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو:-

ایک دوسرے شخص نے لکھا کہ فلاں مسئلہ میں کیا حکمت ہے؟ میں نے لکھا کہ اس سوال عن الحکمت میں کہ خود تمہارا فعل ہے، کیا حکمت ہے؟

حوالہ:

(۱) الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ، از: اشرف علی تھانوی، ناشر: مکتبہ دانش دیوبند (یوپی) جلد۳، قسط۴، صفحہ۳۵۹، ملفوظ ۵۲۹

(۲) الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ (جدید ایڈیشن) از: اشرف علی تھانوی، ناشر: مکتبہ دانش دیوبند (یوپی) حصہ۶، صفحہ۹۲، ملفوظ۱۱۴

(۲۷/ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ - چہارشنبہ، بعد نماز ظہر کی مجلس)

کیا کوّا کھاؤ گے؟

وہابی، دیوبندی اور تبلیغی جماعت کے امام ربانی اور مجدد مولوی رشید احمد گنگوہی نے کوّا (Crow) کھانا جائز بلکہ ثواب ہوگا۔ کا فتویٰ دے دیا۔ فتاوی رشیدیہ (مبوب) جدید ایڈیشن، مطبوعہ: مکتبۂ تھانوی، دیوبند، ص: ۵۹۷ کا حوالہ پیش خدمت ہے:-

سوال: جس جگہ زاغ معروفہ کو کہ اکثر حرام جانتے ہوں اور کھانے والے کو بھی برا سمجھتے ہوں، ایسی جگہ اس کوا کھانے والے کو ثواب ہوگا یا نہ ثواب، نہ عذاب۔

جواب: ثواب ہوگا۔

مولوی رشید احمد گنگوہی نے کوّا کھانا صرف جائز ہی نہیں بلکہ ثواب ہونے کا مذکورہ فتویٰ دیا۔ لہٰذا پورے ملک میں ہل چل مچ گئی۔ ہر جگہ یہی ہنگامہ تھا کہ وہابیوں کے پیشوا نے کوّا کھانا جائز بلکہ ثواب قرار دیا۔ لہٰذا عوام الناس نے بڑی شدّت سے اس کی مخالفت کی۔ ہر جگہ وہابی، دیوبندی مکتبۂ

فکر کے ملاؤں پر لتاڑ پڑنے لگی۔خود وہابی ملاّ بھی پریشان تھے کہ ہمارے پیشوا گنگوہی نے کیسا عجیب وغریب فتویٰ دے دیا۔اب ہم لوگوں کو کیا جواب دیں گے۔ مارے شرم کے لوگوں سے منھ چھپاتے پھرتے تھے۔ کیوں کہ ان مولویوں کے پاس اس فتویٰ کے ضمن میں پوچھے جانے والے سوالات کا کوئی جواب نہ تھا۔لہٰذا سب وہابی کٹھ ملّے سہمے ہوئے تھے۔

ٹھیک یہی حالت بھی تھانوی صاحب کی تھی۔ بلکہ تھانوی صاحب کی حالت تو بہت ہی خراب تھی کیوں کہ تھانوی صاحب علمائے دیوبند کے پیشوا کی حیثیت سے کافی مشہور تھے۔لہٰذا موافقین و مخالفین ہر جگہ تھانوی صاحب سے کوّے کے مسئلے میں استفتا کرتے تھے۔تھانوی صاحب کی حالت **''سانپ کے منھ میں چھچھوندر۔ نگلے تو اندھا۔اگلے تو کوڑھی''** جیسی تھی۔ اگر گنگوہی صاحب کے فتوے کی تصدیق وتائید کر کے کوّے کی حلّت بتائیں،تو عوام الناس تذلیل کے جوتے مارتی ہے اور اگر گنگوہی صاحب کے فتوے کی تکذیب اور مخالفت کر کے کوّے کی حرمت بتائیں،تو اپنے ہی پیشوا کا فتویٰ غلط ثابت ہوتا ہے۔تھانوی صاحب بُری طرح پھنسے ہوئے تھے۔ہاں کہتے بھی نہیں بنتی اور نا کہتے بھی نہیں بنتی۔لہٰذا تھانوی صاحب نے اپنے فن مکر وفریب کی مہارت کا مظاہرہ فرماتے ہوئے آہنی دیوار میں سے بھی سبیل فرار کا **''سوراخ ڈھونڈھ نکالا''**۔کوّا کھانا جائز ہے یا ناجائز؟اس سوال کا نفی یا اثبات میں جواب دینے میں دونوں صورت میں **''گلے میں گھنگرو بولنے کا''** کامل امکان تھا۔ پرانی ترکیب یعنی الٹا سوال کرنا آزمایا،اور...؟؟

جس زنانہ میں کوّے کے مسئلہ کا شور وغل ہوا،بہت لوگ مجھ سے پوچھتے تھے۔ میں ان سے پوچھتا کہ کیا کھاؤ گے؟ کہتے نہیں۔میں کہتا تو نہ بتاؤں گا۔نہ تم پر پوچھنا فرض، نہ مجھ پر بتانا فرض اور عقیدہ کا مسئلہ نہیں اور یہ عادت کہ غیر ضروری چیزوں سے جن میں غیر ضروری سوال بھی آ گیا،اجتناب رکھو۔

حوالہ:

(۱) الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ، از: اشرف علی تھانوی، ناشر: مکتبہ دانش دیوبند (یوپی) جلد ا، قسط ۳، صفحہ ۳۳۷، ملفوظ ۶۷۳

(۲) الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ (جدید ایڈیشن) از: اشرف علی تھانوی، ناشر: مکتبہ دانش دیوبند (یوپی) حصہ ا، صفحہ ۴۶۰، ملفوظ ۶۷۱

(۴ رشوال المکرّم ۱۳۵۰ھ - جمعہ، بوقت صبح کی مجلس)

واہ! کیا انداز ہے! تھانوی صاحب نے حق بات کو کیسے انوکھے انداز سے پس پردہ ڈال دیا۔ سوال کرنے والے سے ہی سوال کیا کہ کیا تمھارا ارادہ کوّا کھانے کا ہے؟ ایسا کون ہوگا جو یہ کہے کہ جی ہاں! میں کوّا کھانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ بلکہ ہر مسلمان یہی جواب دے گا کہ نہیں۔ بس تھانوی صاحب کو بہانہ مل گیا کہ جب کھانے کا ارادہ نہیں تو کیوں پوچھتے ہو کہ کوّا کھانا حلال ہے؟ یا حرام ہے؟

قارئین کرام! غور فرمائیں کہ وہابی دیوبندی اور تبلیغی جماعت کا نام نہاد مجدد حلال اور حرام کا مسئلہ بتانے کے معاملے میں کیسا **ناٹک رچا رہا ہے**۔ ایک نیا طریقہ اور بدعت ایجاد کر رہا ہے۔ اسلامی شریعت میں ایسی بیشمار چیزوں کا ذکر ہے، جن کا کھانا حلال یا حرام ہے۔ ایک مسلمان پر لازمی ہے کہ وہ اتنا علم اور مسائل سے واقفیت رکھے تاکہ حلال اور حرام میں تمیز کر سکے۔ مثلاً: شراب پینا، زنا کرنا، چوری کرنا، وغیرہ افعال گناہ کا کسی عالم سے کوئی مسئلہ پوچھے کہ شراب پینا، زنا کرنا شرعاً کیسا ہے؟ اور وہ عالم سوال کرنے والے سے یہ کہے کہ کیا آپ کا شراب پینے کا اور زنا کرنے کا ارادہ ہے؟ تو ایسے عالم کو عالم نہیں بلکہ ظالم یا جاہل ہی کہا جائے گا۔ عالم کا کام اسلامی احکام بتانا ہے۔ سائل یہ کام کرے گا، کس لیے پوچھ رہا ہے۔ اس جھنجھٹ میں پڑنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

کیا فقہی مسئلہ تب ہی پوچھا جا سکتا ہے، جب اس کے کرنے کا ارادہ ہو، ہرگز نہیں بلکہ حرام اور حلال کے احکام کی معلومات ضروریات دین کے علم کی حیثیت رکھتی ہے۔ ہر مسلمان اپنے دین حق کی

کامل پیروی کرنے کے لیےشریعت کےاحکام جاننے کی کوشش کرتا ہے۔علماء سےمسائل پوچھ پوچھ کراپنی معلومات میں اضافہ کرتا ہے۔ ہزاروں مسائل حلال وحرام کےاحکام پر مشتمل ہیں۔ان تمام مسائل سےمتعلق تمام کام کرنے کی ہی صورت میں،ہی مسائل نہیں جانے اورسیکھے جاتے۔

لیکن تھانوی صاحب نے نیا قانون نافذ کردیا کہ اگر وہ کام کرنا ہے،تب ہی معلوم کرو کہ یہ کام کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ یعنی مسئلہ معلوم کرنے کے لیے وہ کام کرنا ضروری ہے۔یعنی مسائل معلوم مت کرو؟ دین کےاحکام مت سیکھو، جاہل بن کرگھومو، جب کوئی کام کرنا ہو،تب پوچھ لیا کرو کہ یہ کام کرنا جائز ہے یا ناجائز؟

مندرجہ بالا عبارت میں تھانوی صاحب کا یہ جملہ قابل غورطلب ہے کہ **''عقیدہ کا مسئلہ نہیں، اور یہ عادت کہ غیرضروری چیزوں سے، جن میں غیرضروری سوال بھی آگیا، اجتناب رکھو''** جس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ کوّا کھانا حلال ہے یا حرام؟ یہ عقیدہ کا مسئلہ نہیں۔یعنی حلال وحرام کا مسئلہ پوچھنا غیرضروری ہے۔لہٰذا ایسے سوال پوچھنے سے اجتناب رکھو یعنی بچو۔تھانوی صاحب یہ مشورہ عنایت فرمارہے ہیں کہ حلال اورحرام کے مسائل یعنی دین کےضروری مسائل معلوم کرنا غیرضروری ہے۔یعنی دین کےضروری مسائل کا علم حاصل کرنا ضروری نہیں۔لہٰذا اجتناب یعنی پرہیز کرو۔مت معلوم کرو۔صرف عقیدے کےتعلق سے ہی سوال کرو۔اگر کوّا کھانا ہے،تب ہی پوچھو کہ کوّا کھانا جائز ہے یا ناجائز؟ جب کوّا کھانے کا ارادہ ہی نہیں،تو کیوں پوچھتے ہو کہ کوّا کھانا کیسا ہے؟

واہ کیا منطق چلائی ہے! کیسی چال چلی ہے!!! حق بات چھپانے کے لیے **کیسے کیسے کرتب دکھائے جارہے ہیں**۔ایک آسان مسئلہ تھا اوراس کا صاف وسہل جواب تھا۔جائز ہے یا پھر ناجائز۔ لیکن تھانوی صاحب گول گول جواب دے رہے ہیں۔سائل کو الجھارہے ہیں۔اوردرحقیقت اپنے جھوٹے اورجاہل پیشوا گنگوہی کو بچارہے ہے۔کیوں کہ اگر یہ جواب دیتے ہیں کہ ''کوّا کھانا حرام ہے'' تو گنگوہی صاحب کا فتویٰ غلط ثابت ہوتا ہے اورکوّے کےمسئلے میں گنگوہی صاحب کےخلاف جو ہنگامہ برپا تھا، اس کو تقویت پہونچتی۔کیوں کہ تھانوی صاحب کے عدم جواز کےقول سے گنگوہی

صاحب کی تکذیب ہوتی ہے۔لہٰذا سائل کے سوال کا جواب دینے سے جان چھڑانے کیلئے نئی ترکیب ڈھونڈھ نکالی اور جواب نہ دینے میں اپنی اور گنگوہی صاحب کی عافیت سمجھی۔

''جاہل مجدد کو حضور اقدس کے فضائل یاد نہ تھے''

حضور اقدس،شہنشاہ کونین، سرور عالم، سید الانبیاء والمرسلین، محبوب رب العالمین، رحمۃ للعالمین، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ اٰلہ واصحابہ اجمعین کی ذات ستودہ صفات اتنے کثیر فضائل وکمالات وخصائص کی حامل ہے کہ اگر کسی مکتب کے طالب علم بلکہ مزدور قسم کے کسی عام مسلمان کو بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل بیان کرنے کے لیے کھڑا کردیا جائے، تو وہ کافی دیر تک بڑی آسانی کے ساتھ والہانہ انداز اور محبت بھرے لب ولہجہ میں فضائل اقدس بیان کر کے داد وتحسین حاصل کرے گا۔لیکن وہابی، دیوبندی اور تبلیغی جماعت کے جاہل مجدد اور گستاخ بارگاہ رسالت، مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل یاد نہ تھے۔ ایک حوالہ پیش خدمت ہے:-

> اسی طرح دارالعلوم دیوبند کے بڑے جلسۂ دستار بندی میں بعض حضرات اکابر نے ارشاد فرمایا کہ اپنی جماعت کی مصلحت کے لیے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل بیان کئے جائیں۔تا کہ اپنے مجمع پر جو وہابیت کا شبہ ہے، وہ دور ہو۔یہ موقع بھی اچھا ہے، کیوں کہ اس وقت مختلف طبقات کے لوگ موجود ہیں۔حضرت والا نے بہ ادب عرض کیا کہ اس کے لئے روایات کی ضرورت ہے اور وہ روایات مجھ کو مستحضر نہیں۔اس پر حضرت والا سے فرمائش ہوئی کہ اگر وقت پر کچھ روایات یاد آجائیں، تو ان کے متعلق کچھ بیان کردیا جائے، ورنہ خیر۔چونکہ اکابر کی طرف سے اختیار مل گیا، اس لئے حضرت والا نے حُبِّ دنیا کے متعلق وعظ بیان فرمایا۔جس کی بوجہ ابتلاء عام سخت ضرورت تھی۔

حوالہ:

اشرف السوانح، مصنف: خواجہ عزیز الحسن غوری مجذوب، ناشر: مکتبۂ تالیفات اشرفیہ، تھانہ بھون، ضلع مظفر نگر (یوپی) جلد:۱، باب: دہم، ص:۷۶

مندرجہ بالا عبارت کو ایک دو مرتبہ نہیں متعدد مرتبہ بنظرِ عمیق مطالعہ فرمائیں۔ کئی حیرت انگیز انکشافات سامنے آئیں گے، مثلاً:

(۱) دارالعلوم دیوبند کے بڑے جلسۂ دستار بندی کے موقعہ پر دیوبندی مکتبۂ فکر کے بعض اکابر نے تھانوی صاحب سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل بیان کرنے کی درخواست کی۔

(۲) تھانوی صاحب سے یہ فرمائش اپنے مفاد اور فائدے کے لیے کی گئی تھی، یعنی دیوبندی، وہابی جماعت کے تعلق سے عوام الناس کی یہ رائے ہے کہ یہ جماعت گستاخ رسول ہے اور اس جماعت کے علماء فضائل رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیان نہیں کرتے۔ لہٰذا دارالعلوم کی دستار بندی کی موقعہ پر اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل بیان کر دیے جائیں، تو ہم کو بہت ہی بڑا افائدہ ہوگا اور وہ فائدہ یہ ہے کہ ہم پر وہابیت کا جو شبہ ہے، وہ دور ہو جائیگا۔

(۳) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل محبت رسول، تعظیم رسول، عظمت رسول کا اظہار، توقیر والفت رسول کی بناء پر نہیں بیان کیے جاتے بلکہ ایک جچی تلی سازش بلکہ تقیہ بازی کے تحت بیان کیئے جارہے ہیں۔ حالانکہ ایک مومن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل صرف اور صرف محبت رسول کے جذبۂ صادق کے تحت ہی بیان کرتا ہے۔ لیکن منافقوں کی جماعت فضائل رسول صرف اپنے فائدے اور نفع کے لیے بیان کررہی ہے۔

(۴) **''اشرف السوانح''** کی مذکورہ عبارت کے ان الفاظ کی طرف بھی خاص توجہ دیں کہ **''یہ موقع بھی اچھا ہے، کیوں کہ اس وقت مختلف طبقات کے لوگ موجود ہیں''** یعنی اس وقت ہماری

وہابی جماعت کے لوگوں کے علاوہ اہل سنت و جماعت کے صحیح العقیدہ لوگ بھی کافی تعداد میں ہیں اور یہ سنی حضرات ہمیں وہابی گمان کرتے ہیں اور وہابی گستاخ رسول ہوتا ہے۔ وہابی کبھی بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل بیان نہیں کرتا۔ لہٰذا یہ موقعہ غنیمت ہے۔ دیوبندی مکتبۂ فکر کے لوگوں پر بھی ایمان والے لوگ وہابی ہونے کا شک وشبہ کرتے ہیں۔ ہم اپنے سر سے وہابیت کے شبہ کا بوجھ ہلکہ کر ڈالیں۔ اس وقت جلسۂ دستار بندی میں کافی تعداد میں سنی خیال کے لوگ موجود ہیں۔ حالاں کہ ہم بھی پکے وہابی ہی ہیں، لیکن اپنی وہابیت پر پردہ ڈالنے کے لیے ہم اس وقت تقیہّ بازی اختیار کر کے فضائل رسول بیان کر کے لوگوں کو دھوکہ اور فریب دے کر اپنی پوزیشن صاف کرلیں کہ ہم وہابی نہیں ہیں۔

(۵) وہابی، دیوبندی اور تبلیغی جماعت کے اکابر علماء نے بند لفظوں میں اس حقیقت کا اعتراف کرلیا ہے کہ وہابی گستاخ رسول ہوتا ہے اور وہابی کبھی بھی فضائل رسول کے عنوان پر تقریر و بیان نہیں کرتا۔

(۶) عبارت کے الفاظ "**یہ موقع بھی اچھا ہے**" بھی غور طلب ہیں۔ یہ موقع نہیں بلکہ "یہ موقع بھی" کے الفاظ ہیں، جس کا مطلب یہ ہوا کہ لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے فضائل رسول بیان کرنے کا صرف یہی موقعہ نہیں بلکہ "**یہ موقع بھی**" ہے۔ یعنی وہابی، دیوبندی اور تبلیغی جماعت کے متبعین ایسے کئی موقعوں پر لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل محبت رسول کے جذبۂ صادق کے تحت نہیں بلکہ لوگوں کو دھوکہ اور فریب دینے کے لیے بیان کرتے ہیں۔ بلکہ ہمیشہ ایسے موقعوں کی تلاش اور جستجو میں رہتے ہیں کہ فضائل رسول بیان کر کے عوام الناس کے ساتھ دھوکہ بازی اور فریب کاری کریں۔

(۷) دارالعلوم دیوبند کے بڑے جلسۂ دستار بندی میں بھی یہی دھوکے بازی کی پالیسی اپنائی گئی اور عوام الناس کو دھوکہ دینے کے لیے فضائل رسول بیان کرنے کا طے کیا۔ لیکن بیان کون کرے؟ ان دنوں میں وہابی جماعت کے مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کا وعظ مشہور تھا۔

دیوبندی مکتبۂ فکر کے اکابر علماء نے اس فریبی کام کو انجام دینے کے لیے تھانوی صاحب کا انتخاب کیا اور تھانوی صاحب کو میدان میں اتارنا چاہا۔لیکن وہابیوں کا ریس (Race) کا گھوڑا گھڑ دوڑ کے **میدان میں چراغ** پا ہونے کے بجائے اَڑ گیا اور یہ کہہ دیا کہ **"اس کے لیے روایات کی ضرورت ہے اور وہ روایات مجھ کو مستحضر نہیں"**

(۸) یعنی تھانوی صاحب نے کھلّم کھلاّ اقرار کرلیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل بیان کرنے کے لیے روایات بیان کرنے کی ضرورت پڑتی ہے اور ایسے واقعات کہ جن واقعات کے بیان کرنے سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فضیلت وعظمت کا اظہار ہو، ایسے واقعات مجھ کو مستحضر نہیں، یعنی یاد نہیں۔ واہ! تھانوی صاحب واہ! تھانوی صاحب کے ملفوظات پر مشتمل کثیر التعداد مطبوعات کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوگا کہ دنیا بھر کے خرافات اور لغویات وفحشیات پر مشتمل ہزاروں بیہودہ، مہمل، بے معنی، واہیات، فضول، بے اصل، اور اوباشی روایات تھانوی صاحب کو اچھی طرح یاد تھیں اور جس طرح کوئی لوفر اپنے چیلے چپاٹوں کے سامنے ایسی روایات فخریہ بیان کرتا ہے، اسی طرح تھانوی صاحب بھی اپنی روزمرہ کی مجلسوں اور محفلوں میں بیان کرتے تھے، جن کو تھانوی صاحب کے مریدین و معتقدین قلمبند کرتے تھے اور وہ روایات آج کل اسلامی لٹریچر کی حیثیت سے شائع کی جارہی ہیں۔ الحاصل! تھانوی صاحب کو قیمتی وقت ضائع کرنے والی لغویات پر مشتمل روایات کثرت سے یاد تھیں لیکن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل کی ایک بھی روایت یاد نہیں تھی۔

(۹) تھانوی صاحب نے فضائل اقدس کے عنوان پر بیان کرنے سے انکار کردیا اور انکار کی وجہ یہ بتائی کہ روایات یاد نہیں۔ تھانوی صاحب کے انکار کرنے پر فرمائش کرنے والے وہابی (دیوبندی) جماعت کے اکابر علماء نے تھانوی صاحب سے فرمایا کہ **"اگر وقت پر کچھ روایات یاد آجائیں، تو ان کے متعلق کچھ بیان کردیا جائے، ورنہ خیر"** یعنی تھانوی صاحب

سے اولاً فضائل رسول بیان کرنے کی جو فرمائش کی گئی تھی وہ فرمائش عین تقریر کے وقت نہیں کی گئی تھی کہ تھانوی صاحب کے نام کا ناظم جلسہ نے اعلان کیا ہو کہ اب تھانوی صاحب تقریر فرمائیں گے اور تھانوی صاحب کھڑے ہو کر مائک سنبھالنے جا رہے ہوں اور اس وقت ان سے فرمائش کی گئی ہو، نہیں بلکہ بہت پہلے جب دیگر مقررین حضرات تقریر کر رہے تھے اور تھانوی صاحب اپنے نمبر لگنے کے انتظار میں تھے، تب فرمائش کی گئی تھی۔ مگر جب تھانوی صاحب نے انکار کر دیا، تو انھیں مزید گذارش کرتے ہوئے کہا گیا کہ جناب اس وقت تو آپ کو تقریر نہیں کرنی ہے۔ اس وقت دیگر مقررین بیان کر رہے ہیں۔ آپ کی تقریر کا وقت بعد میں ہے۔ لہٰذا جب آپ کا تقریر کا وقت آئے، تب تک میں بھی اگر آپ کو فضائل رسول کی روایات یاد آ جائیں، تو بیان کر دینا۔

مگر ہائے افسوس! گستاخ رسول، خرد ماغ کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل کے تعلق سے کچھ بھی نہ تھا، تو کیسے یاد آتا؟ حالانکہ یہ تجربہ سے ثابت شدہ حقیقت ہے کہ کسی مقرر کو اس کی تقریر کا وقت آنے سے پہلے کوئی مشکل عنوان دے دیا جاتا ہے، جب عنوان دیا جاتا ہے اس وقت اس کو دیے گئے عنوان کے تعلق سے مضامین مستحضر نہیں ہوتے لیکن وہ اسٹیج پر بیٹھے بیٹھے اپنے تقریر کا وقت آنے تک کے وقفہ میں اس عنوان کے تعلق سے اپنے ذہن میں مضامین ترتیب دے دیتا ہے اور اپنی تقریر میں حتی المقدور اس عنوان کے تعلق سے تفصیلی گفتگو کر لیتا ہے۔ لیکن وہابی، دیوبندی جماعت کا کور باطن اور کور مغز جاہل نام نہاد مجدد فضائل رسول صلی اللہ علیہ وسلم جیسے آسان عنوان کے تعلق سے اپنی تقریر کا وقت آنے تک کے وقفہ کے دوران بھی کوئی مضمون یا کوئی روایت اپنے ذہن میں ترتیب نہ دے سکا۔ اور تھانوی صاحب کے لیے یہ ممکن بھی نہیں تھا۔

(۱۰) **''اشرف السوانح''** کی مذکورہ عبارت کے جس جملہ کے تحت ہم گفتگو کر رہے ہیں، اس جملہ کے آخر میں **''ورنہ خیر''** کے الفاظ ہیں۔ یعنی وہابی دیوبندی جماعت کے اکابر علماء تھانوی

صاب سے التجا اور منّت سماجت کرتے ہیں کہ یہ سنہری موقع ہے، فضائل رسول بیان کر کے عوام الناس کو دھوکہ دینے کا ایسا موقع بار بار ہاتھ نہیں آتا۔ کوشش کیجیے! دماغ پر زور دیں، **"اگر وقت پر کچھ روایات یاد آجائیں، تو ان کے متعلق کچھ بیان کردیا جائے"** اگر زیادہ روایات یاد نہیں آتیں تو "کچھ روایات" یعنی تھوڑی سی روایات یاد آجائیں، تو ان روایات کے تعلق سے تھوڑا سا بھی بیان کردیں، تو یہ تھوڑا سا بیان بھی ہمارے لیے فائدہ مند ہے۔ پلیز! براہ کرم! ہماری درخواست پر توجہ فرمائیں! تھوڑی زحمت گوارا فرما کر یادداشت پر زور دیں! لوگوں کو دھوکہ اور فریب دینے کے لیے فضائل رسول بیان کرنا اشد ضروری ہے۔ ہمارا کتنا بڑا فائدہ ہے!!! ہم پر وہابی ہونے کا جو شک وشبہ کیا جارہا ہے، وہ دور ہو جائے گا، اگر آپ فضائل رسول بیان کردیں تو اچھا ہے **"ورنہ خیر"** یعنی موقع ہاتھ سے نکل جائے گا۔ ایسے سنہری موقع کو خیر باد کہنا پڑے گا۔ **"ورنہ خیر"** اکثر اس وقت بولا جاتا ہے جب کسی کام کے پورا ہونے کی امید نہ ہو اور غالب گمان ناامیدی اور مایوسی کا ہو۔

(۱۱) ہوسکتا ہے کہ تھانوی صاحب کے لیے اپنے دل میں نرم گوشہ رکھنے والا کوئی شخص تھانوی صاحب کا دفاع کرتے ہوئے یہ کہے کہ اس وقت تھانوی صاحب کا موڈ خراب تھا، طبیعت برابر نہ تھی۔ تقریر کرنے کی رغبت نہ تھی۔ وعظ و بیان کرنے کا اس وقت رجحان ومیلان نہ تھا۔ اسی طرح **"روایات یاد نہیں"** کا بہانہ بنا کر ٹال دیا۔ اشرف السوانح کی مذکورہ عبارت سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ اس وقت تھانوی صاحب اچھے موڈ (Mood) میں تھے۔ عام لوگ جس میں مبتلا ہیں، اس حب دنیا یعنی دنیا کی محبت کے تعلق سے تقریر کی۔ عبارت پر غور فرمائیں **"حضرت والا نے حُبِّ دنیا کے متعلق وعظ بیان فرمایا، جس کی بوجہ ابتلاء عام سخت ضرورت تھی۔"**

(۱۲) اگر تھانوی صاحب میں ذرّہ برابر بھی غیرت ایمان ہوتی تو تھانوی صاحب اپنی جماعت کے

عالموں کو صاف لفظوں میں فرما دیتے کہ آپ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل اپنی دیوبندی جماعت کے مصلحت اور فائدہ کی غرض سے بیان کرنے کا مشورہ دے کر مجھے بھی آپ دھوکہ بازی اور فریب کاری کا مرتکب بنانا چاہتے ہو؟ مجھ سے ہرگز یہ کام نہیں ہو سکے گا۔ فضائل رسول بیان کر کے لوگوں کو دھوکہ دینے کا گناہ مجھ سے نہیں ہو سکے گا۔ لہٰذا مجھ سے ایسے فریبی کام لینے کی کوشش مت کیجیے بلکہ میں آپ سے بھی مؤدبانہ گذارش کرتا ہوں کہ ایسی ذہنیت کو ترک فرما دیجیے۔ خلوص واخلاص سے کام لیجیے۔ لیکن نہیں، تھانوی صاحب نے ایسی دیانتداری پر مشتمل کوئی بھی بات نہیں کہی۔ وہ بھی اپنے بڑوں کی روش پر ہی تھے۔ وہ بھی لوگوں کو دھوکہ دینے اور لوگوں کو پھنسانے میں ماہر تھے۔ بقول تھانوی کے اکابر دیوبند کے مدرسہ کی دستار بندی کا موقع واقعی سنہری موقع تھا، مگر ہائے مجبوری و بے بضاعتی! تھانوی صاحب کو فضائل رسول بیان کرنے کے لیے روایات ہی یاد نہ تھیں۔ اسی لیے ہی تھانوی صاحب نے معذرت کرتے ہوئے روایات یاد نہ ہونے کے سبب سے بیان کرنے کا انکار فرمایا۔ اگر تھانوی صاحب کو فضائل رسول کی کچھ روایات یاد ہوتیں، تو تھانوی صاحب اپنے اکابر علماء کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے فضائل رسول بیان کر کے دھوکہ بازی کی ایک مثال قائم کرتے۔ مگر کیا کریں۔ گھوڑا ہی لنگڑا نکلا۔ گھڑ دوڑ کے میدان میں دوڑنے کے قابل ہی نہ تھا۔

(۱۳) ہوسکتا ہے کہ تھانوی صاحب کے دفاع میں کوئی یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ **"اشرف السوانح"** کی پیش کردہ روایت میں کوئی فروگزاشت کا امکان ہو کہ تھانوی صاحب نے بیان کرنے سے انکار کرنے کی کوئی دیگر وجہ بتائی ہو اور یہ نہ بھی کہا ہو کہ مجھ کو فضائل رسول کی روایات یاد نہیں لیکن راوی سے یا راوی سے جس نے یہ واقعہ بیان کیا ہو، اس سے کوئی غلطی ہوگئی ہو، تھانوی صاحب نے کیا کہا ہو، اور اس نے کیا سنا ہو، ہوسکتا ہے کہ تھانوی صاحب کے جملے کو سننے اور

سمجھنے میں راوی سے کوئی چوک یا غفلت ہوگئی ہو۔ یا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ راوی کا حافظہ کمزور ہو اوراس نے اپنی یادداشت پر اعتماد کرتے ہوئے بیان کردیا مگر واقعی حقیقتاً تھانوی صاحب نے ایسا نہ کہا ہو۔

لیکن اب دفاع کے اس ضعیف احتمال کی بھی کوئی گنجائش نہیں۔ کیوں کہ تھانوی صاحب کے ملفوظات کا مجموعہ **''الافاضات الیومیہ''** میں بھی یہ واقعہ مذکور ہے لیکن یہ واقعہ خود تھانوی صاحب نے اپنے الفاظ میں بیان کیا ہے۔ کسی راوی نے نہیں کہا کہ تھانوی صاحب نے یہ کہہ کر بیان کرنے سے انکار کردیا کہ مجھ کو روایت یاد نہیں، بلکہ خود تھانوی صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے یہ کہہ کر بیان کرنے سے انکار کردیا کہ مجھے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل کی روایات یاد نہیں۔

ناظرین کرام کی ضیافت طبع کی خاطر ''الافاضات الیومیہ'' کی وہ عبارت جو خود تھانوی صاحب کے الفاظ میں مرقوم ہے، وہ ذیل میں پیش خدمت ہے:-

جب دیوبند میں بڑا جلسہ ہوا تھا، اس میں مجھ سے حضرت مولانا دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ اس جلسہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل بیان کرنا مناسب ہے۔ یہ حضرت مولانا کا فرمانا اس خیال سے تھا کہ بڑا مجمع ہے، ہر قسم کے عقائد کے لوگ اطراف سے آئے ہوئے ہیں، جن میں بعضے وہ بھی ہیں کہ ہم لوگوں کے متعلق یہ خیال کئے ہوئے ہیں کہ ان کے دل میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت نہیں، نعوذ باللہ تو ایسے لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل سن کر یہ سمجھ جائیں گے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ان کے یہ خیالات ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ ایسے بیان میں روایات کے یاد ہونے کی ضرورت ہے اور روایات مجھ کو محفوظ نہیں۔ میری روایات پر نظر بہت کم ہے۔

حوالہ:

(۱) الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ، از: اشرف علی تھانوی، ناشر: مکتبہ دانش دیوبند (یوپی) جلد۲، قسط۳، صفحہ۲۹۰، ملفوظ ۵۶۰
(۲) الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ (جدید ایڈیشن) از: اشرف علی تھانوی، ناشر: مکتبہ دانش دیوبند (یوپی) حصہ۴، صفحہ۵۱، ملفوظ ۶۸
(۶؍رجب المرجب ۱۳۵۱ھ – سہ شنبہ، صبح کی مجلس)

نوٹ:- مندرجہ عبارت میں جن **''مولانا دیوبندی''** کا ذکر ہے، اس سے مراد **مولوی محمود الحسن دیوبندی، صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند** ہے، جو تھانوی صاحب کے بھی استاد ہیں۔ مولوی محمود الحسن صاحب دیوبندی کا شمار وہابی، دیوبندی اور تبلیغی جماعت کے اکابر علماء و پیشوا میں ہوتا ہے۔

اب تک بیان کردہ اقتباسات کا ماحصل یہ ہے کہ:-

- دیہات میں جمعہ کیوں نہیں ہوتا؟ یہ سوال کرنے والے کو تھانوی صاحب نے جواب دینے کے بجائے الٹا یہ سوال کر کے خاموش کر دیا کہ بمبئی میں حج کیوں نہیں ہوتا؟
- اسلام میں پانچ نمازیں کیوں مقرر ہوئیں؟ یہ سوال کرنے والے وکیل صاحب کو تھانوی صاحب نے الٹا سوال کیا کہ آپ کی ناک منھ پر کیوں ہے؟ پشت پر کیوں نہیں؟
- رامپور شہر میں جب تھانوی صاحب سے گیارہویں شریف کے متعلق سوال کیا گیا، تو تھانوی صاحب نے جواب دینے کے بجائے یہ کہا کہ میں آپ کو امتحان دینا نہیں چاہتا۔
- سود کیوں حرام ہے؟ یہ سوال کا جواب تھانوی صاحب نے یہ دیا کہ زنا کیوں حرام ہے؟
- امام کی اقتداء میں نماز پڑھنے والے مقتدی کو سورہ فاتحہ پڑھنا منع ہونے کی وجہ پوچھنے والے سے تھانوی صاحب نے کہا کہ کلکٹر صاحب سے پوچھ لو۔
- کسی مسئلہ کی حکمت پوچھنے والے کو تھانوی صاحب نے یہ جواب دیا کہ سوال عن الحکمت میں

کیا حکمت ہے؟

- کوّا کھانا جائز ہے، یا ناجائز؟ یہ سوال کرنے والوں کو تھانوی صاحب پوچھتے کہ کیا تمہارا ارادہ کوّا کھانے کا ہے؟
- تھانوی صاحب کو حضور اقدس، رحمت عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے فضائل کی روایات یاد نہیں تھیں۔

اب آیئے! تھانوی صاحب اپنی جہالت کے عیب کو چھپانے کے لیے کیسی کیسی ترکیبیں اور کیسے کیسے کرتب ایجاد کرتے تھے، وہ ملاحظہ فرمائیں۔ اب تک قارئین کرام نے تھانوی صاحب کا صرف ایک ہی ہنر ملاحظہ فرمایا ہے کہ تھانوی صاحب سوال کرنے والے کو الٹا سوال کرکر ایسا مغالطہ دیتے تھے کہ سوال کرنے والا خاموش ہو جاتا تھا اور سوال کرنے سے باز رہتا تھا۔ اس طرح تھانوی صاحب سوال کا جواب دینے سے اپنی جان چھڑا لیتے تھے۔ تھانوی صاحب نے سوال کا جواب دینے سے پیچھا چھڑانے کے لیے ایک مزید طریقہ ڈھونڈ ھ نکالا تھا۔ اور یہ کہ:-

سوال کرنے والے کو ڈانٹنا اور ذلیل کرنا

تھانوی صاحب کبھی کبھی سوال کرنے والے پر ایسے برس پڑتے کہ سوال کرنے والا تھانوی صاحب کی بداخلاقی، بدتہذیبی، بدتمیزی، بدخصالی، بدخلقی، بددماغی، بدسلوکی، بدطینتی، بدگمانی، بدلحاظی، بدمزاجی اور بدکلامی کے انگاروں اور شعلہ نشاں **لو کی لپٹ سے ایسا جھلستا** کہ اسے **دن میں تارے نظر آنے لگتے** اور سوال کرنا ایک جرم ہو، ایسا محسوس ہونے لگتا اور **لینے کے دینے پڑ جاتے**۔ بڑی مشکل سے وہ اپنی تھانوی صاحب کی ڈانٹ ڈپٹ کا مزہ چکھ کر اپنی **جان چھڑاتا**۔ ایسے سینکڑوں واقعات تھانوی صاحب کی حیات قبیحہ پر مشتمل متفرق کتب میں پائے جاتے ہیں کہ تھانوی صاحب دینی مسئلہ کرنے والے کی **ایسی خبر لے لیتے** کہ وہ ندامت کے بوجھ سے شرمندہ اور دل آزردہ ہو کر رہ جاتا۔ سوال کرنے والے کی جو گت **بنتی** اسے دیکھ کر محفل میں حاضر لوگ بھی سہم جاتے اور تھانوی

صاحب سے سوال کرنے کی ہمت کا حوصلہ چکنا چور ہو جاتا۔ان تمام واقعات کو یہاں پیش کرنا طول تحریر کے خوف سے ممکن نہیں۔لہذا چند واقعات ناظرین کرام کی ضیافت طبع کی خاطر پیش خدمت ہیں۔ان واقعات کو پڑھ کر آپ کو تھانوی صاحب کی جہالت اور بد اخلاقی کا یقین کے درجہ میں علم ہو جائے گا اور تھانوی صاحب کی علمی صلاحیت کا بھی پتہ چل جائے گا۔

''کوّے کی قسمیں پوچھنے والے سے کہنا کہ تم کونسی قسم کے ہو، یہ معلوم ہے''

وہابی، دیوبندی تبلیغی جماعت کے پیشوا اور امام ربانی مولوی رشید احمد گنگوہی نے فتویٰ دے دیا کہ کوّا کھانا صرف جائز نہیں بلکہ ثواب ہے۔اس فتوے سے ملک بھر میں ہنگامہ برپا ہو گیا اور ہر طرف سے وہابی ملاؤں پر لتاڑ پڑنے لگی اور پھٹکار برسنے لگی۔وہابی ملا اپنے پیشوا گنگوہی کا دفاع کرنے کے لیے لوگوں سے ایسا جھوٹ کہتے کہ حضرت گنگوہی نے کوّا کھانا ثواب ہونے کا جو فتویٰ دیا ہے، وہ بستیوں میں پائے جانے والے **دیسی کوّے** کا نہیں بلکہ کوّے کی کئی قسمیں ہیں۔گنگوہی صاحب کا فتویٰ افغانستان کے پہاڑوں میں پائے جانے والے سفید رنگ کے ''**عقعق**'' قسم کے کوّے کے متعلق ہے۔لوگوں کو کوّے کے اقسام کے بہانے دھوکہ دینے والے وہابی ملّا سچے ہیں یا جھوٹے؟ اس بات کی تحقیق کرنے کے لیے عوام الناس علماء سے کوّے کی قسمیں دریافت کرتے تھے۔تاکہ انھیں علم فقہ کے ایک مسئلہ کی مفصل معلومات حاصل ہو۔

تھانوی صاحب سے بھی ایک شخص نے اپنی دینی معلومات میں اضافہ کرنے کی غرض سے کوّے کی قسمیں پوچھ لیں۔تھانوی صاحب نے اس کا کیا جواب دیا؟ وہ خود تھانوی صاحب کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں:۔

سفر بمبئی میں ایک شخص نے حضرت والا سے یہ دریافت کیا کہ کوّے کی کے قسمیں ہیں؟ حضرت والا نے یہ فرمایا کہ کوّے کی قسمیں تو مجھ کو معلوم نہیں۔ اگر آپ فرمائیں تو آدمی کی قسمیں بیان کردوں اور یہ بھی عرض کردوں کہ آپ کونسی قسم میں داخل ہیں۔ بس یہ شخص تو ایسے خاموش ہوئے کہ بول کر جواب نہیں دیا۔

حوالہ:

''مزید المجید'' (تھانوی صاحب کے ملفوظات کا مجموعہ) از: مولوی عبدالمجید بچھرایونی، مطبوعہ: مکتبہ تالیفات اشرفیہ، تھانہ بھون، ضلع: مظفر نگر (یوپی)
ملفوظ نمبر: ۱۰، ص: ٦

واہ! وہابیوں کے جاہل نام نہاد مجدد کو علم فقہ کی کتابوں میں مذکورہ کوّے کی قسمیں معلوم نہیں لیکن آدمیوں کی قسمیں معلوم ہیں۔ علاوہ ازیں کوّے کی قسمیں پوچھنے والے کو ذلیل کرتے ہوئے یہ کہا کہ آپ کونسی قسم میں داخل ہیں۔ یہ مجھے معلوم ہے۔ اگر آپ کہیں تو آپ کی قسم بتادوں۔ سوال پوچھنے والا ذلت اور ندامت کے بوجھ سے شرمندہ ہوکر ایسا خاموش ہوگیا کہ تھانوی صاحب کے ایسے بیہودہ سوال کا جواب نہ دے سکا۔

سائل نے کوّے کی قسمیں دریافت کیں تھیں۔ تھانوی صاحب نے اس کا کوئی جواب نہ دیا اور کھلے لفظوں میں اقرار کرلیا کہ مجھے کوّے کی قسمیں معلوم نہیں۔ مجدد کا دعویٰ کرنے والے کو ایسا آسان مسئلہ بھی معلوم نہیں۔ یہ واقعی شرم کی بات ہے۔ مگر یہاں تو **''چوری اور اوپر سے سینہ زوری''** سے کام لیا جاتا ہے۔ اپنی جہلات پر نادم ہونے کے بجائے بداخلاقی کا مظاہرہ کیا جارہا ہے اور کتابوں میں فخریہ شائع کیا جارہا ہے۔

''کیا رسالہ تصنیف کرنا ہے؟''

کیسا عجیب اتفاق ہے کہ تھانوی صاحب سے ''تواضع''، یعنی خوش اخلاقی کے تعلق سے سوال کرنے والے کو تھانوی صاحب کیسی ''بداخلاقی'' سے جواب دے رہے ہیں۔ وہ ملاحظہ فرمائیں:-

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کیا یہ بھی تواضع ہے کہ سب سے اخلاق سے ملنا چاہیے؟ فرمایا کہ گول سوال ہے، جزئیات کا سوال کیجئے۔ کلیات کا سوال کر کے کیا رسالہ تصنیف کرنا ہے؟ جب بہت سی جزئیات کا علم ہو جائے گا، کلیات خود سمجھ میں آجائیں گی اور کلیات تو آپ کو معلوم ہیں ہی جس کی بیٹھے بیٹھے کلیات کر رہے ہو۔

حوالہ:

(۱) الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ، از: اشرف علی تھانوی، ناشر: مکتبہ دانش دیوبند (یوپی) جلد ۱، قسط ۲، صفحہ ۲۲۶، ملفوظ ۴۵۲

(۲) الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ (جدید ایڈیشن) از: اشرف علی تھانوی، ناشر: مکتبہ دانش دیوبند (یوپی) حصہ ۱، صفحہ ۳۱۶، ملفوظ ۴۵۱

(۲۴؍ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ - سہ شنبہ، بعد نماز ظہر کی مجلس)

''میرے فعل کی دلیل کیوں دریافت کرتے ہو''

تھانوی صاحب نے مذہب کے نام پر کئی جدید طریقے ایجاد کر ڈالے تھے۔ صرف ایجاد ہی نہیں کیے تھے بلکہ بڑی سخت پابندی سے اس پر عمل کرتے تھے اور لوگوں کو بھی اس پر عمل کرنے کی سختی

سے تاکید کرتے تھے۔لیکن تھانوی صاحب کوان اعمال کے جائز یا مستحب ہونے کی کوئی دلیل یا جزیہ معلوم نہیں تھا۔جب تھانوی صاحب سے کوئی ان کاموں کے جائز یا مستحب ہونے کی دلیل پوچھتا،تو تھانوی صاحب آپے سے **باہر** ہوجاتے اور **لال بھبوکا بن کر** تہذیب واخلاق کا **دامن جھٹک کر** جس بداخلاقی کا مظاہرہ فرماتے اور پوچھنے والے کی بھری محفل میں جو تذلیل وتوبیخ کرتے ،وہ ایسی گھنونی ہوتی تھی کہ اس کو اسلامی اخلاق وآداب سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا تھا۔ایک حوالہ پیش خدمت ہے:-

> **ایک صاحب کا خط آیا تھا کہ جناب مولوی صاحب! آپ جو لوگوں کو خط کے ذریعہ مرید کرتے ہیں، اس کی کیا دلیل ہے؟ اور یہ سنّت سے ثابت ہے یا نہیں؟ فرمایا میں نے جواب میں لکھا ہے کہ یہ میرا فعل ہے۔آپ میرے فعل کی دلیل کیوں دریافت کرتے ہیں؟ آپ کو کیا حق ہے؟ آپ بلا دلیل کسی کو مرید نہ کریں۔**

حوالہ:

مزید المجید (تھانوی صاحب کے ملفوظات کا مجموعہ) از: مولوی عبدالمجید بچھرایونی، ناشر: مکتبہ تالیفات اشرفیہ، تھانہ بھون، ضلع مظفرنگر (یوپی) ملفوظ نمبر:۵۲،ص:۲۷

مندرجہ بالا عبارت کو بغور اور بنظرِ عمیق مطالعہ فرمائیں گے،تو حسب ذیل نکات سامنے آئیں گے۔اختصاراً عرض خدمت ہیں:

(۱) تھانوی صاحب خط کے ذریعہ مرید بناتے تھے۔مرید بنانا یہ ایک سلسلۂ طریقت کا طریقہ (رکن) ہونے کی وجہ سے ایک اسلامی کام تھا۔جو تھانوی صاحب کرتے تھے۔لہٰذا کسی ایسے

معزز شخص نے تھانوی صاحب سے اس کی دلیل پوچھی، جو خود بھی اپنے سلسلہ کے پیر طریقت تھے اور لوگوں کو مرید بناتے تھے۔

(۲) پوچھنے والے نے تھانوی صاحب کے کسی نجی ارتکاب پر تو کوئی اعتراض یا گرفت نہیں کی تھی، بلکہ تھانوی صاحب نے خط کے ذریعہ مرید بنانے کا جو طرز اپنایا تھا، اس کی اس نے دلیل پوچھی تھی اور یہ دریافت کیا تھا کہ اس طرح مرید بنانا سنت سے ثابت ہے یا نہیں؟

(۳) پوچھنے والے نے اس لیے پوچھا تھا کہ تھانوی صاحب شہرت یافتہ عالم ہیں اور اکابر علماء میں ان کا شمار ہوتا ہے، جب تھانوی صاحب خط کے ذریعہ مرید بناتے ہیں، تو ضرور تھانوی صاحب سنت رسول کی روشنی میں اور حدیث کے ثبوت کے ساتھ اور سلف صالحین کے اقوال و افعال کی دلیل کے ساتھ یہ کام کرتے ہونگے۔ میں بھی لوگوں کو مرید بناتا ہوں لیکن ان ہی حضرات کو مرید بناتا ہوں جو روبرو حاضر ہو کر ہاتھ میں ہاتھ دے کر مرید بنتے ہیں۔ خط کے ذریعہ مرید بنانے کا طریقہ اچھا اور آسان طریقہ ہے۔ اس کو اپنانا چاہیے۔ یہ طریقہ میں بھی شروع کر دوں۔ لیکن اگر اس طریقہ پر بیعت کرنے پر کسی نے اعتراض کر دیا اور دلیل طلب کی، تو کیا جواب دونگا؟ کوئی فکر کی بات نہیں۔ تھانوی صاحب زبردست عالم دین ہیں، وہ بھی یہی طریقہ اپنائے ہوئے ہیں۔ ان سے ہی دریافت کر لیتا ہوں۔ یہ ضرور حدیث کی روشنی میں مضبوط دلیل بتائیں گے۔

(۴) لیکن پوچھنے والے کو کیا معلوم کہ جس شخص یعنی تھانوی صاحب کو میں زبردست عالم سمجھ کر دینی معاملے کے تعلق سے کچھ سیکھنے کے لیے دریافت کر رہا ہوں، وہ شخص تو دینی علم کے معاملے میں ایسا گیا گزرا اور قلاش ہے کہ وہ علم کے میدان میں لنگڑے گھوڑے کی بھی حیثیت نہیں رکھتا۔ دعوی تو مجدد کا ہے مگر نرا جاہل ہے۔

(۵) مگر تھانوی صاحب نے اپنی جہالت پر پڑے ہوئے ریشمی پردے کو خود اپنے نامبارک

ہاتھوں سے چاک کر دیا۔ پوچھنے والا تو اپنی دینی معلومات میں اضافہ کرنے کی غرض سے پوچھ رہا تھا لیکن تھانوی صاحب اپنے بدگمانی کے مرض کی بناء پر یہ سمجھے کہ پوچھنے والا مجھ پر اعتراض کر رہا ہے۔ اعتراض اور وہ بھی مجھ پر!!! میں کون؟ اسلام کا مجدد!!! مجھ جیسے اعلیٰ منصب والے جلیل القدر عالم پر اعتراض؟ بس!!! تھانوی صاحب **آگ بگولا** ہو گئے اور غصے **میں دھت** ہو کر پوچھنے والے پر **برس** پڑے اور ارشاد فرمایا کہ **''یہ میرا فعل ہے۔ آپ میرے فعل کی دلیل کیوں دریافت کرتے ہو''**

(٦) تھانوی صاحب کے اس جملے سے تکبر، غرور، گھمنڈ، انانیت، خودی، خودستائی، خودسری اور مطلق العنانی کے چشمے ابل رہے ہیں۔ اپنے کسی ایسے کام کو جو دینی امور سے تعلق رکھتا ہو، اس کام کے اچھے یا مناسب ہونے کے لیے **''یہ میرا فعل ہے''** کہنا، اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ کہنے والا اپنے آپ کو مذہب کا ٹھیکیدار سمجھ رہا ہے اور مذہب پر اپنی اجارہ داری نافذ کرنا چاہتا ہے۔ پھر بعد کے الفاظ **''آپ میرے فعل کی دلیل کیوں دریافت کرتے ہو۔''** سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ جب میرا فعل ہے اور میرا فعل اس حیثیت کا حامل ہے کہ اس کے نامناسب ہونے میں ذرّہ برابر بھی شبہ نہیں بلکہ میرے فعل کا نامناسب ہونا محال اور ناممکن ہے۔ بلکہ میرا فعل ہی مذہب والوں کے لیے دلیل ہے۔ تو جب میرا فعل ہی ایک دلیل کی حیثیت رکھتا ہے، تو پھر میرے فعل کی دلیل کیوں دریافت کرتے ہو؟ کیا دلیل کی بھی کوئی دلیل پوچھتا ہے؟

(٧) تھانوی صاحب کا یہ فرمانا کہ **''آپ کو کیا حق ہے''** یہ قول **''چوری اور سینہ زوری''** کا کامل مصداق ہے۔ ایک تو اپنے ارتکاب کا شرعی ثبوت نہ دینا اور اوپر سے پوچھنے والے کو ڈانٹنا کہ آپ کو کیا حق ہے؟ جب آپ اپنے آپ کو مجدد سمجھ رہے ہیں بلکہ کہہ بھی رہے ہیں اور آپ کا دعویٰ ہے کہ صدیوں سے مردہ طریق کو آپ نے زندہ کیا ہے۔ تو آپ کے ہر قول وفعل، ہر ادا

وارتکاب کے تعلق سے استفسار کرنے کا بلکہ تفتیش کرنے کا قوم مسلم کے ہر فرد کو حق حاصل ہے۔ بلکہ آپ کو کیا حق حاصل ہے کہ آپ کسی دینی معاملہ سے تعلق رکھنے والے کسی کام کی دلیل پوچھنے والے سے یہ کہیں کہ **"آپ کو کیا حق ہے؟"** ایسا متکبرانہ سلوک کیا آپ کو زیبا ہے؟

(۸) **آپ کو کیا حق ہے؟** ایسا جواب تو کسی نبی نے اپنے کسی امتی کو یا کسی ولی نے اپنے کسی متوسل کو نہیں دیا۔ تمام انبیائے کرام اور خصوصاً سید الانبیاء والمرسلین کی سوانح حیات کا مطالعہ کرنے سے ایسے کئی مواقع ملتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات سے کوئی فعل واقع ہوا اور صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی سمجھ میں کہ ایسا کرنا کیوں واقع ہوا۔ یہ نہیں آیا اور انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے اس کو وجہ پوچھی۔ تب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ **یہ میرا فعل ہے، آپ کو دریافت کرنے کا کیا حق ہے؟** بلکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے استفسار کرنے والوں کو اطمینان بخش جواب مرحمت فرمایا۔ حالاں کہ ایک نبی اور رسول ہونے کی وجہ سے ان کا ہر فعل وقول حجّت تھا۔ ان کے کسی قول وفعل کو کسی دلیل یا کسی قسم کی وضاحت کی اصلاً کوئی حاجت نہ تھی۔ کیونکہ وہ صاحب شریعت تھے۔ ان کا ہر قول وفعل قانون شریعت کی حیثیت کا حامل تھا۔ پھر بھی آپ نے اپنے صحابہ کے پوچھنے پر وضاحت فرمائی، فضیلت بیان فرمائی، اس کے رموز واسرار ذکر فرمائے، وعید یا بشارت کے تعلق سے تفصیلی گفتگو فرمائی اور پوچھنے والے کو ایسا مطمئن فرما دیا کہ اسے اب مزید کچھ پوچھنے کی ضرورت باقی نہ رہی۔ لیکن ہرگز! ہرگز! یہ نہیں فرمایا کہ **یہ میرا فعل ہے، میرے فعل کی دلیل کیوں دریافت کرتے ہو؟ آپ کو کیا حق ہے؟** لیکن وہابی، دیوبندی اور تبلیغی جماعت کا جاہل نام نہاد مجدد اور حکیم الامت اپنے آپ کو بزعم خویش مجدد گردانتے کے خوابی خیال میں مست ہو کر اور تکبر وغرور کے نشے میں دھت ہو کر

ایسی بات کہہ رہا ہے، جو کسی نبی نے بھی نہیں فرمائی۔

(۹) عبارت کے آخر میں تھانوی صاحب کا یہ جملہ بھی قابل غور وفکر ہے کہ **"آپ بلا دلیل کسی کو مرید نہ کریں"** یعنی میں خط کے ذریعہ مرید کرتا ہوں، لیکن میرا اس طرح مرید کرنا میرا فعل ہے، میرے فعل کی دلیل دریافت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ شریعت میں اس کے جائز یا مستحب ہونے کا ثبوت ہے یا نہیں؟ اس کی کوئی پرواہ نہیں، کیوں کہ میری وہ عالی شان اور اعلیٰ رتبہ ہے کہ اس کام کے مناسب ہونے کے لیے میرا فعل ہی سب سے بڑی دلیل ہے۔ مجھ کو کسی بھی دلیل یا ثبوت کی حاجت نہیں۔ البتہ آپ خط کے ذریعہ مرید کرنے سے پہلے دلیل معلوم کرلیں کہ خط کے ذریعہ مرید بنانا کیسا ہے؟ اور جب تک اس کے جائز یا مستحب ہونے کا ثبوت نہ ملے، مرید مت بنانا۔

(۱۰) تھانوی صاحب اس کے جملہ سے اس بات کا بھی ثبوت ملا کہ تھانوی صاحب سے سوال کرنے والا شخص کوئی عام شخص نہ تھا بلکہ کسی سلسلہ کا پیر طریقت تھا۔

"میرے مجدد نہ ہونے کی دلیل نہیں، لہٰذا مجدد ہوں"

خط کے ذریعہ مرید کرنے کے عنوان میں نکتہ نمبر: ۷ میں ہم نے ذکر کیا ہے کہ تھانوی صاحب اپنے آپ کو مجدد سمجھ رہے تھے۔ حوالہ پیش خدمت ہے:-

> "ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت مجدّد دوقت ہیں؟ فرمایا کہ چونکہ نفی کی بھی کوئی دلیل نہیں، اس لئے اس کا احتمال مجھ کو بھی ہے مگر اس سے زائد جزم نہ کرنا چاہیئے۔ محض ظن ہے اور یقینی تعیین تو کسی مجدد کا بھی نہیں ہوا" (الحمد لله حمداً کثیراً طیبا فیه علی هذا الاحتمال)

حوالہ:

(۱) الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ، از: اشرف علی تھانوی، ناشر: مکتبہ دانش دیوبند (یوپی) جلد۱، قسط۲، صفحہ۱۵۳، ملفوظ ۲۶۹

(۲) الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ (جدید ایڈیشن) از: اشرف علی تھانوی، ناشر: مکتبہ دانش دیوبند (یوپی) حصہ۱، صفحہ۲۱۱، ملفوظ ۲۶۸

(۱۲/رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ - پنج شنبہ، بعد نماز ظہر کی مجلس)

واہ! کیسی الٹی منطق چلائی ہے۔ تھانوی صاحب سے پوچھا گیا کہ **کیا آپ مجدد ہیں؟** تھانوی صاحب کے **منھ میں پانی بھر آیا**، اپنے **منھ میاں مٹھو** بننے کا **موقع ہاتھ لگ گیا**۔ اردو زبان کی مشہور مثل **"اپنے منھ سے دھنا بائی"** تھانوی صاحب پر اچھی طرح صادق آتی ہے۔ مجدد کے منصب پر چڑھ بیٹھنے کے لیے بندر کی طرح چھلانگ لگادی۔ **"بندر کو ملی ہلدی کی گرہ، پنساری بن بیٹھا"** کے مصداق بن کر معمولی ملا سے مجدد بن بیٹھے۔ اپنے آپ کو مجدد ثابت کرنے کے لیے کیسی پھوہڑ دلیل لائے کہ **"چونکہ نفی کی بھی کوئی دلیل نہیں، اس لیے اس کا احتمال مجھ کو بھی ہے۔"** یعنی "میرے مجدد نہ ہونے کی بھی کوئی دلیل نہیں لہٰذا میں مجدد ہوں ایسا مجھ کو گمان ہے۔" تھانوی صاحب کیسی منطق چھانٹ رہے ہیں کہ **"نہیں کی دلیل نہیں لہٰذا ہوں۔"** جس کا مطلب یہ بھی ہوا کہ کسی بات کے نہ ہونے کی دلیل نہ ہونا، اُس بات کے ہونے کا ثبوت ہے۔ مثال کے طور پر کوئی شخص یہ کہے کہ تھانوی صاحب کے چور نہ ہونے کی کوئی دلیل نہیں، لہٰذا وہ چور تھے۔ ایسی تو کئی مثالیں قائم کی جاسکتی ہیں اور اس کے ضمن میں مفصل لکھا بھی جاسکتا ہے۔

خیر! تھانوی صاحب آگے چل کر اپنی مجدّدیت کے منصب کا ماضی کے شہرۂ آفاق شہرت و صلاحیت کے حامل مجددین کے منصب سے تقابل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ **"مگر اس سے زائد جرم نہ کرنا چاہیے۔ محض ظن ہے اور یقینی تعین تو کسی مجدّد کا بھی نہیں ہوا۔"** یعنی "ماضی میں جتنے بھی مجدد ہوئے ہیں، ان میں سے کسی بھی مجدّد کا یقینی تعین نہیں ہوا۔ یعنی ماضی کے کسی بھی مجدّد کے لیے یقین

کے طور پر اس کا مجدّ د ہونا طے نہیں پایا۔ صرف احتمال یعنی گمان کے طور پر ان کو مجدّ د کہا اور مانا گیا ہے۔ تو جس طرح ماضی کے تمام مجدد دین کا مجدّ د ہونا صرف گمان کے طور پر طے پایا ہے، اسی طرح میرا مجدّ د ہونا بھی گمان کے طور پر ہے۔ یعنی میں بھی ماضی کے مجدّ دین کی طرح ایک مجدّ د ہوں۔ جس طرح ماضی کے تمام مجدّ دین اپنے اپنے زمانے میں منصب مجدّ دیت پر فائز تھے، اسی طرح ہی میں بھی اس زمانے میں مجدّ د کے منصب پر فائز ہوں۔ تھانوی صاحب بزعم خویش اپنے کو مجدّ د گردان کر اپنی شان تجدید کی شیخی مارتے تھے اور اپنا مجدّ د ہونا باور کرانے کی ہر ممکن کوشش کرتے تھے۔ ملاحظہ ہو:-

''بحیثیت مجدد ایسا کارنامہ انجام دیا ہے کہ اب صدیوں تک مجدد کی ضرورت نہیں !!!''

بقول تھانوی صاحب طریق مردہ ہو چکا تھا۔ یعنی مذہب مردہ ہو گیا تھا۔ ایک عرصۂ دراز سے دین اسلام کا طریقہ مردہ ہو چکا تھا۔ مدتوں کے بعد وہ مردہ طریقۂ مذہب اسلام میری وجہ (تھانوی صاحب) سے دوبارہ زندہ ہوا۔ گویا تھانوی صاحب ''محی الدّین'' کی حیثیت سے بھی اپنا تعارف کروا رہے ہیں۔

ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ طریق مردہ ہو چکا تھا۔ مدتوں کے بعد دوبارہ زندہ ہوا اور حقیقت واضح ہوئی، مگر لوگ اب بھی یہی چاہتے ہیں کہ سب غت رُبُود ہو جائے۔ سو یہ کیسے ہو سکتا ہے جس کو خدا نے کشادہ کر دیا اس کو بند کون کر سکتا ہے ما یفتح الله للناس من رحمة فلا ممسك لها وما يمسك فلا مرسل له من بعده وهو العزير الحكيم اب بحمد اللہ طریق بے غبار ہے صدیوں تک تجدید کی ضرورت نہیں اور جب ضرورت ہو گی حق تعالیٰ اور کسی کو پیدا فرما دیں گے۔ مگر اس چودھویں صدی میں تو ایسے ہی پیر کی ضرورت تھی جیسا کہ میں ہوں لٹھ۔

حوالہ:

(۱) الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ، از: اشرف علی تھانوی، ناشر: مکتبہ دانش دیوبند (یوپی) جلد۲، قسط۳، صفحہ۳۰۸، ملفوظ ۵۸۰

(۲) الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ (جدید ایڈیشن) از: اشرف علی تھانوی، ناشر: مکتبہ دانش دیوبند (یوپی) حصہ۴، صفحہ۳۷، ملفوظ ۸۸

(۷/ربیع الاول ۱۳۵۱ھ - چہار شنبہ، بعد نماز ظہر کی مجلس)

مندرجہ بالا عبارت میں تھانوی صاحب شیخی مارتے ہوئے اور خودستائی کا ڈھنڈھورا پیٹتے ہوئے، اپنے کارناموں کا اجمالاً ذکر کرتے ہوئے اور اپنے کو عظیم الشان مجدد گردانتے ہوئے، اپنے کارناموں کو ایک مجدد کا تجدیدی کام کہتے ہوئے، اپنے منہ میاں مٹھو بنتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:-

(۱) عرصۂ دراز سے طریق مردہ ہو چکا تھا لیکن میری بدولت مردہ طریق دوبارہ زندہ ہوا ہے اور حقیقت واضح ہوگئی ہے۔

(۲) تھانوی صاحب نے طریق کو ایسا زندہ فرمایا ہے کہ اب وہ مردہ طریق بے غبار ہوگیا ہے اور صدیوں تک یعنی سینکڑوں برس تک تجدید کی ضرورت نہیں۔ یعنی تھانوی صاحب ایسے کامل مجدد اعظم تھے کہ انھوں ایک ساتھ کئی مجددوں کا کام تن تنہا انجام دے دیا ہے۔ حالاں کہ حدیث کے فرمان کے مطابق ہر صدی میں اللہ تعالیٰ مجدد بھیجتا ہے، جو اُمّت کے لیے دین کو تازہ کردیتا ہے لیکن تھانوی صاحب ایسے زبردست مجدد تھے کہ اب اللہ تعالیٰ کو ہر صدی میں مجدد بھیجنے کی ضرورت نہیں، کیوں کہ بقول تھانوی صاحب **"اب صدیوں تک تجدید کی ضرورت نہیں"** یعنی جب صدیوں تک تجدید کی ضرورت نہیں، تو مجدد بھیجنے کی بھی ضرورت نہیں۔ یعنی تھانوی صاحب نے دین اسلام کی خدمت میں جو تجدیدی کام انجام دیا ہے، وہ کام اتنا مستحکم و منظّم ہے کہ وہ کام صرف ایک سو ۱۰۰ سال تک کے لیے ہی کافی نہیں بلکہ

صدیوں تک کے لیے کافی ہے۔لہٰذا اب صدیوں تک کسی مجدد کی ضرورت ہی نہیں۔

(۳) ہاں! صدیوں کے بعد جب طریق دوبارہ مردہ ہو جائے گا اور صدیوں کے بعد جب ضرورت ہوگی، تو بقول تھانوی صاحب **''اور جب ضرورت ہوگی، حق تعالیٰ اور کسی کو پیدا فرما دیں گے''** یعنی فی الحال کسی کو پیدا فرمانے کی اللہ تعالیٰ کو ضرورت نہیں۔ کیونکہ **''میں آ گیا ہوں''** اور میں نے ایک مجدد کی حیثیت سے ایسا تجدیدی کارنامہ انجام دیا ہے کہ وہ کام صرف ایک صدی کے لیے نہیں بلکہ صدیوں تک کے لیے کافی ووافی ہے۔ البتہ! صدیوں کو بعد جب ضرورت ہوگی تب اللہ تعالیٰ میرے جیسا اور کوئی مجدد پیدا فرما دے گا۔لیکن...؟؟؟

(۴) بقول تھانوی صاحب **''مگر اس چوھویں صدی میں تو ایسے پیر کی ضرورت تھی جیسا کہ میں ہوں لٹھ''** یعنی چودھویں صدی میں مردہ اسلام کو دوبارہ زندہ کرکے اسے بے غبار کرکے حقیقت کو واضح کرنے کے لیے ایسے مجدد کی ضرورت، جو میرے جیسا لٹھ قسم کا پیر طریقت ہو۔یعنی ایک مجدد کو بھیج کر دین کی تجدید اور احیاء کا جو الٰہی منشاء اور تقاضا تھا، وہ تھانوی صاحب نے اچھی طرح نبھایا اور انجام دیا ہے، اور وہ بھی **''ایک لٹھ پیر کی حیثیت سے''** انجام دیا ہے۔ واقعی تھانوی صاحب ''لٹھ پیر'' ہی تھے۔ بات بات میں اور خصوصاً دینی مسئلہ پوچھنے والے کو مسئلہ بتانے یا فقہی جواب دینے میں ہمیشہ **''لٹھ سا مار دیتے''** تھے۔اور اپنی ترش روئی، سخت جوابی، درشت مزاجی، بدخلقی اور بداخلاقی کا ایسا مظاہرہ فرماتے تھے کہ اسلامی تہذیب واخلاق کے ماتھے کا لک کا بدنما داغ تھونپ دیتے تھے۔

(۵) تھانوی صاحب کی بداخلاقی کے واقعات پر مشتمل راقم الحروف کی کتاب **''بدتمیز مولوی''** بھی انشاءاللہ تعالیٰ وحبیبہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عنقریب زیور طبع سے آراستہ ہوکر منظر عام پر آنے والی ہے۔

تھانوی صاحب نے اپنے منھ ہی اپنے مجدد ہونے کا دعوا کیا ہو، ایسی کئی عبارتیں تھانوی صاحب کی سوانح حیات پر مشتمل متفرق کتب میں موجود ہیں۔ ایک مزید حوالہ ناظرین کرام کی

خدمت میں پیش ہے:-

ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ طریق بالکل مردہ ہو چکا تھا۔لوگ بیحد غلطیوں میں مبتلا تھے۔بحمد اللہ اب سو برس تک تو تجدید کی ضرورت نہیں رہی۔اگر پھر خلط ہو جائے گا،تو پھر کوئی اللہ کا بندہ پیدا ہو جائے گا۔ہر صدی پر ضرورت ہوتی ہے تجدید کی۔اس لیے کہ مدّت کے بعد نری کتابیں ہی کتابیں رہ جاتی ہیں۔

حوالہ:

(۱) الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ، از: اشرف علی تھانوی، ناشر: مکتبہ دانش دیوبند (یوپی) جلد ا، قسط ۵، صفحہ ۵۹۵، ملفوظ ۱۲۱۴

(۲) الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ (جدید ایڈیشن) از: اشرف علی تھانوی، ناشر: مکتبہ دانش دیوبند (یوپی) حصہ ۳، صفحہ ۵۲، ملفوظ ۵۸

(۱۴/ ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ - پنج شنبہ، بعد نماز ظہر کی مجلس)

ایک مزید حوالہ پیش خدمت ہے۔جس کے مطالعہ سے قارئین کرام پر واضح ہوگا کہ بقول تھانوی صاحب:-

طریق مردہ ہو چکا تھا۔بلکہ مفقود ہو چکا تھا یعنی گم ہو چکا تھا۔

تھانوی صاحب کو مردہ دین بلکہ گم شدہ طریق کو زندہ کرنے کا طریقہ اللہ تعالیٰ نے الہام کے ذریعہ بتلایا۔یعنی اللہ تعالیٰ نے دین کو زندہ کرنے کا طریقہ تھانوی صاحب کے دل میں ڈال دیا۔

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ تو میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ طریق مجھ کو ملہم (الہام کے ذریعہ بتلایا گیا) ہو گیا ہے۔یہ تو بڑا دعویٰ ہے مگر

ہاں یہ ضرور ہے کہ اجمالاً تو حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد سے اور تفصیل اس کی حق تعالیٰ نے محض موہبت سے قلب میں وارد فرمادی ہے۔ اس کو چاہے الہام سے تعبیر کرلیا جائے، اختیار ہے۔ خدا کا فضل ہے۔ انعام ہے۔ احسان ہے۔ جو چیز عطا فرمائی گئی ہے، میں اس کی نفی کر کے کیوں کفران نعمت کروں۔ یہ طریق مردہ ہو چکا تھا۔ مفقود ہو چکا تھا۔ حق تعالیٰ نے اس کے احیاء کی توفیق عطا فرمادی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ناواقفی سے لوگوں کو وحشت ہے۔ قدیم طریق سلف کا گم ہو چکا تھا۔ یہاں وہی طریق ہے، جو سلف کا تھا مگر اس کے مفقود ہو جانے کی وجہ سے لوگوں کو نیا معلوم ہوتا ہے۔ حالاں کہ ہے پرانا۔

حوالہ:

(۱) الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ، از: اشرف علی تھانوی، ناشر: مکتبہ دانش دیوبند (یوپی) جلد۲، قسط۲، صفحہ۱۲۷، ملفوظ ۲۲۰

(۲) الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ (جدید ایڈیشن) از: اشرف علی تھانوی، ناشر: مکتبہ دانش دیوبند (یوپی) حصہ۳، صفحہ۲۱۳، ملفوظ ۲۸۴

(۱۷ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ - سہ شنبہ، صبح کی مجلس)

''ایک اہم اور غور طلب سوال''

یہاں تک کے مطالعہ سے قارئین کرام پر یہ حقیقت منکشف ہوگئی ہوگی کہ تھانوی صاحب **''اونچی دکان پھیکا پکوان''** اور **''نام موٹا، درشن کھوٹا''** کے کامل مصداق ومظہر تھے۔ فقہی مسائل کے تعلق سے سوال کرنے والے کو ڈانٹنا، حیلے اور بہانے ڈھونڈھ کر جواب ٹالنا، سائل کو اُلٹا سوال

کر کے اُلجھا کر خاموش کرنا وغیرہ نئی نئی اور مختلف ترکیبیں ایجاد کر رکھی تھیں، تو اب سوال یہ اٹھتا ہے کہ جب تھانوی صاحب سوالات کے جوابات ہی نہ دیتے تھے، تو ان کے نام سے موسوم فتاویٰ کی ضخیم کتابیں اور دیگر متفرق عنوانات پر ان کی کثیر التعداد تصانیف جو ان کی علمی وسعت و استعداد کی گواہی دے رہی ہیں اور تھانوی صاحب کی عالمگیر شہرت، یہ سب کیوں کر ہوا؟

جواباً عرض ہے کہ تھانوی صاحب نے دینی کتب تصنیف کرنے میں خامہ آزمائی خود بہت کم کی ہے بلکہ دوسروں کو زحمت دی ہے۔ یعنی کسی اور سے لکھوایا کرا اپنے نام سے شائع کروایا ہے۔ مثال کے طور پر تھانوی صاحب کی خانہ داری، طباخی، بھٹیار خانہ، بیکری، اچار بنانا، صابون بنانا اور دیگر صنعات گھریلو پر مشتمل کتاب اور جس کتاب کو وہابی، دیوبندی اور تبلیغی جماعت کے متبعین تھانوی صاحب کا عظیم تجدید کارنامہ بتاتے ہیں۔ اس کتاب **''بہشتی زیور''** کے لیے خود تھانوی صاحب نے اعتراف کیا ہے کہ اس کتاب کے ابتدائی حصص میں نے ایک مولوی صاحب سے لکھوائے ہیں۔ علاوہ ازیں ماضی میں طبع شدہ کچھ کتب کے نام بدل کر ان کے مصنفین کے نام کی جگہ تھانوی صاحب کا نام چسپاں کر دیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر مولوی ظہور الحسن کسولوی کی کتاب **''ارواح ثلثہ''** جو کافی شہرت یافتہ کتاب ہے، اس کتاب کا نام اب بدل دیا گیا ہے اور پرانا نام ''ارواح ثلثہ'' حذف کر کے نیا نام **''حکایات اولیاء''** کر دیا گیا ہے اور سرورق یعنی ٹائیٹل پر اصل مصنف کے نام کی جگہ تھانوی صاحب کا نام طبع کر دیا گیا ہے۔

علاوہ ازیں تھانوی صاحب کے انتقال کے بعد سے اب تک سینکڑوں کی تعداد میں دیوبندی مکتبۂ فکر کے متعدد مصنّفین کی کتابیں طبع ہوئیں۔ ان کتابوں کے مصنّفین حقیقت میں کوئی اور ہی تھے لیکن دنیا کو دھوکہ اور فریب دینے کے لیے بہت سی کتابوں کے مصنّف کی حیثیت سے آنجہانی تھانوی صاحب کا نام چسپاں کر دیا گیا ہے اور تھانوی صاحب کو عالمی پیمانے پر ''مجدد'' کی حیثیت سے مشہور اور معروف کرانے کی ایک منظّم اور مصمّم سازش کے تحت وسیع تحریک چلائی گئی ہے۔ دیگر مصنّفین کی تصنیف کردہ تصانیف کو تھانوی صاحب کی تصانیف میں شمار کر کے دور حاضر کے منافقین علماء عوام

الناس کو عالمی پیمانے پر دھوکہ اور فریب دیتے ہیں اور تھانوی صاحب کو ''**صاحب تصانیف کثیرہ**'' اور ''**مجدد**'' ثابت کرنے کے لیے سیمینار کا انعقاد کرتے ہیں اور جعلی تصانیف کی نمائش کر کے تھانوی صاحب کو ایک ہزار سے زائد کتب کے مصنّف اور کثیر علوم وفنون کے ماہر کی حیثیت دیتے ہیں۔ اخباروں اور دیگر ذرائع کے توسّط سے خوب تشہیر کرتے ہیں۔ سراسر جھوٹ، دروغ، کذب، دھوکہ، مکر، عیاری، چھل اور فریب دہی کا بھرپور سہارا لیکر تھانوی صاحب جیسے جاہل ملا کو ملت اسلامیہ کا عظیم مفکّر، مصلح قوم، ہادیٔ مسلمین، حکیم الامت اور مجدد اعظم ثابت کرنے کی شرمناک حرکت کی جاتی ہے۔

البتہ! اس حقیقت کا اعتراف کرنے میں ہم حق پسندی اور اعتدال روی کا دامن مضبوطی سے تھامے ہوئے ہیں کہ بیشک! تھانوی صاحب نے فتاویٰ بھی لکھے ہیں، کچھ کتابیں بھی تصنیف فرمائی ہیں۔ لیکن تھانوی صاحب کے فتاویٰ میں تفقّہ کا سراسر فقدان پایا جاتا ہے۔ بلکہ یوں کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ استفتاء کے جواب میں تھانوی صاحب کتاب وسنت کے براہین اور فقہی کتب کے جزئیات وحوالہ جات کو نظرانداز فرما کر اپنی آراء ومشوروں اور مہمل حکایات وروایات کو زیادہ اہمیت دیتے تھے۔ اس حقیقت کا صحیح اندازہ ان امثال سے ہوگا جو ہم تھانوی صاحب کے فتاویٰ کے ضمن میں پیش کریں گے۔

تھانوی صاحب نے ایک چند ورقی کتابچہ بنام ''**حفظ الایمان**'' تصنیف فرمایا ہے اور اس کتابچہ میں حضور اقدس، رحمت عالم، عالم ما کان ویکون کے مقدّس علم کو عام انسانوں، بچوں، پاگلوں اور جانوروں سے تشبیہ دے کر ایسی سخت گھنونی توہین کی ہے کہ وہ تا قیامت اہل ایمان طبقہ کے مابین ''**گستاخ رسول**'' کے مذموم لقب سے یاد کیے جائیں گے۔

اس وقت ہم کچھ حوالے تھانوی صاحب کے بیان فرمودہ یا ارقام کردہ فقہی مسائل کے تعلق سے پیش کر رہے ہیں۔ جن کے مطالعہ سے تھانوی صاحب کی فقہی بے بضاعتی، علمی بے مائگی اور جہالت کی پختگی کا یقین کے درجہ میں احساس واعتماد ہو جائے گا۔

''اگر حنفی مذہب میں جائز نہیں، تو شافعی مذہب پر جائز ہونے کا فتویٰ!!!''

قرآن وحدیث سے مسائل نکالنا اور طے کرنا ہر شخص کے بس کی بات نہیں بلکہ ہر عالم کے لیے بھی روا نہیں۔ لہٰذا ملت اسلامیہ کے متبعین چار عظیم مجتہدین کرام کی تقلید میں منقسم ہو کر (۱) حنفی (۲) شافعی (۳) حنبلی اور (۴) مالکی کے نام سے پہچانے جاتے ہیں۔ ہر مقلّد شخص پر اپنے امام کی تقلید واجب ہے۔ اپنے امام کے مذہب مین جو کام یا چیز حرام ہے، اس کو دوسرے امام کے مذہب کے حکم کے بناء پر جائز و حلال قرار نہیں دے سکتے۔ مثال کے طور پر کوئی ایسی چیز جس کا کھانا حنفی مذہب میں حرام ہے لیکن شافعی مذہب میں جائز ہے۔ اب کوئی حنفی شخص ایسی چیز کھانا چاہتا ہے، جو حنفی مذہب میں اس کا کھانا حرام ہے، تو اس چیز کو حلال قرار دینے کے لیے وہ حنفی شخص شافعی مذہب کا سہارا نہیں لے سکتا۔ کیوں کہ حنفی شخص پر حنفی مذہب کے مسائل وقانون نافذ ہوں گے۔ اس پر واجب ہے کہ وہ کامل طور پر حنفی مذہب کی رعایت و پابندی کرے۔ بعض مسائل میں حنفی مذہب پر عمل اور بعض مسائل میں دیگر مذاہب پر عمل کرنا، یہ کسی بھی حنفی شخص کے لیے جائز نہیں۔ لیکن وہابی، دیوبندی، اور تبلیغی جماعت کے مجدد تھانوی صاحب اپنے کو حنفی مذہب کا مقلّد کہنے کے باوجود کسی کام یا چیز کو جائز ثابت کرنے کے لیے کیسے حیلے اور کیسے کیسے اینچ پینچ کرتے تھے، وہ ملاحظہ فرمائیں:-

اگر کسی مسئلہ میں امام ابوحنیفہ کے مذہب پر جواز نہ نکلتا، تو میں نے یہ طے کیا تھا کہ امام شافعی کے مذہب پر فتوی دیدوں گا اور ان سے بھی کوئی صورت نہ نکلے گی، تو ان کی سہل تدابیر بتلاؤں گا کہ یوں کرلیا کرو، جس صورت سے جواز نکل آتا اور اگر کوئی بات سمجھ ہی سے باہر ہوتی، تو اس کا علاج نہیں معذوری ہے۔

حوالہ:

(۱) الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ، از: اشرف علی تھانوی، ناشر: مکتبہ دانش دیوبند (یوپی) جلد۳، قسط۴، صفحہ۴۱۳، ملفوظ۶۴۲

(۲) الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ (جدید ایڈیشن) از: اشرف علی تھانوی، ناشر: مکتبہ دانش دیوبند (یوپی) حصہ۶، صفحہ۱۸۰، ملفوظ۲۲۶

(۴؍ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ - سہ شنبہ، صبح کی مجلس)

ملاحظہ فرمائیں! تھانوی صاحب کو اگر امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب پر جائز ہونے کی کوئی صورت نہ ملتی، تو وہ امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب پر اسے جائز قرار دیتے۔ اور اگر امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب پر بھی جائز ہونے کی کوئی صورت نہ نکلتی، تو پھر تھانوی صاحب اپنے ذہنی اختراع کا فیض جاری فرماتے ہوئے کسی نہ کسی طرح اس کام کو جائز قرار دینے کی تدبیر بتا دیتے اور وہ تدبیر صرف اور صرف اپنے مفاد اور نفع کے حصول کے تحت ہی ہوتی، چاہے وہ تدبیر کا قرآن و حدیث یا فقہ کی معتبر کتب سے ثبوت نہ ہو یا خلاف شریعت ہو۔ تھانوی صاحب کھینچ تان کے بھی اسے جائز قرار دیتے۔

”عمر کم دکھا کر نوکری حاصل کرنے کے لیے
خضاب لگا کر دھوکا دینا جائز ہے!!!“

سیاہ خضاب (Black Dye) کا استعمال مرد کے لیے سخت حرام ہے۔ سیاہ خضاب لگا کر اپنے سفید بالوں کو کالا کرنے والے مرد پر احادیث کریمہ میں سخت وعید وارد ہے۔

حدیث:

طبرانی نے معجم کبیر میں اور ابن ابی عاصم نے ”کتاب السنۃ“ میں حضرت ابوداود رضی اللہ

تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ ''مَنْ خَضَبَ بِالسَّوَادِ سَوَّدَ اللّٰہُ وَجْھَہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ '' ترجمہ: **''جو سیاہ خضاب کرے گا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا منہ کالا کرے گا''**

حدیث:

ابن سعد حضرت عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرسلاً راوی کہ حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ ''اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی مَنْ یَّخْضِبُ بِالسَّوَادِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ'' ترجمہ: **''جو سیاہ خضاب کرے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائے گا۔''**

متعدد احادیث کریمہ اور فقہ کی تقریباً تمام مشہور کتب میں صاف ارشاد ہے کہ مرد کے لیے سیاہ خضاب لگا کر بالوں کو کالا (Black) کرنا سخت حرام ہے۔ ایسے حرام کام کو تھانوی صاحب جائز قرار دے رہے ہیں۔ ایک حوالہ پیش خدمت ہے:-

سوال: جب کہ نوکری کے لیے حاکم نے قید لگادی ہے کہ مثلا بائیس سال سے کم نہ ہو اور پچپن سال سے زیادہ نہ ہو اور نوکری عقدا جارہ ہے جس میں تراضی طرفین شرط ہے۔ تو ابتداء عمر زیادہ بتانا۔ یا انتہاء خضاب وغیرہ کرکے دھوکہ دینا جائز ہے یا ناجائز؟

جواب: فرمایا: یوں معلوم ہوتا ہے کہ آدمی کام کرنے کے قابل ہو، لہذا جب کام کر سکے تو نوکری کرنے میں کچھ حرج نہیں اور عمر کی قید بلا لحاظ کام کر سکنے کے ایسی ہے جیسے کوئی کہے میں ایسے آدمی کو نوکر رکھوں گا جس کا بال کالا ہو، لہٰذا خضاب کرنا جائز معلوم ہوتا ہے۔

حوالہ:

"حسن العزیز" (تھانوی صاحب کے ملفوظات کا مجموعہ) مرتب: مولوی محمد یوسف و مولوی محمد مصطفیٰ، ناشر: مکتبہ تالیفات اشرفیہ، تھانہ بھون، ضلع: مظفر نگر (یوپی) جلد:۴، حصہ:۱، قسط:۱۰، ص:۴۲

مندرجہ بالا عبارت کو بغور مطالعہ فرمائیں۔ وہابی، دیوبندی اور تبلیغی جماعت کے حکیم الامت اور مجدد ایک ساتھ دو دو گناہ کرنے کی تعلیم و اجازت دے رہے ہیں۔ سوال پوچھنے والا صاف لفظوں میں پوچھ رہا ہے کہ نوکری میں رہنے کے لیے اپنی عمر کم بتانے کے لیے اپنے بالوں کو خضاب لگا کر سیاہ کرکے **دھوکا دینا جائز ہے یا ناجائز؟** اس سوال کا صرف اور صرف ایک ہی جواب تھا کہ **"دھوکا دینا جائز نہیں"** کیوں کہ دین اسلام ایسا مہذب اور صادق دین ہے کہ پیغمبر اسلام حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دھوکا، فریب، جھانسہ، مکر، دغا، عیاری، چھل، ریا، نفاق، جھوٹ وغیرہ رذیلہ وشنیعہ افعال کی سخت لفظوں میں مذمت فرمائی ہے اور صدق، صداقت، دیانتداری، خلوص، راستی، سچائی اور اخلاص کی تعلیم و تلقین فرمائی ہے۔ لیکن اسلام کے مجدد ہونے کا دعویٰ کرنے والے تھانوی صاحب اسلامی اخلاق و اطوار کو بر سر عام بے دردی سے اور **الٹی چھری** سے ذبح کر رہے ہیں۔

سوال کرنے والے کو من چاہا جواب دے کر خوش کر کے اپنا گرویدہ بنانے کی فاسد نیت سے تھانوی صاحب کھلم کھلا خلاف شریعت حکم سنا رہے ہیں۔ بلکہ دھوکہ بازی اور عیاری کی تعلیم دے رہے ہیں۔ دھوکا دینا اور وہ بھی خضاب لگا کر دھوکا دینا **"کریلا اور نیم چڑھا"** کا مترادف ہے۔ کیوں کہ اگر دھوکا نہ بھی دینا ہو، تب بھی خضاب لگا کر بالوں کو سیاہ کرنا غیر مجاہد کے لیے حرام ہے۔ یعنی جو کام حرام تھا، اس حرام کام کو دوسرے حرام کام کے لیے عمل میں لانا مزید حرمت کا باعث ہے۔

دھوکا دینے کی تعلیم دینے میں بھی تھانوی صاحب دھوکا دے رہے ہیں۔ صاف لفظوں میں **"دھوکا دینے کے لیے خضاب کرنا جائز ہے"** کہنے کے بجائے، یہ فرما رہے ہیں کہ **"خضاب کرنا جائز**

معلوم ہوتا ہے'' اس جملہ سے تھانوی صاحب کی علمی بے بضاعتی اور تفقہ میں بے مائیگی کا پتہ چلتا ہے۔تھانوی صاحب کو یقین کے درجہ میں معلوم نہیں تھا کہ **دھوکا دینے کے لیے خضاب کرنا جائز ہے**، لیکن سائل کو خوش کرنا تھا، سائل کی حسب منشاء اور من چاہا و بھاتا جواب دینا تھا۔شریعت کے احکام کی کوئی پرواہ نہیں تھی۔صرف سائل کو خوش کرنا تھا۔لہٰذا گپ ماردی کہ **جائز معلوم ہوتا ہے**۔ایک عالم دین اور مفتی کی یہ شان نہیں ہوتی کہ وہ دینی مسائل ایسے تذبذب کے انداز میں بیان کرے۔ بلکہ وہ یقین کے ساتھ کہتا ہے کہ یہ کام جائز ہے یا ناجائز ہے۔تردد اور شش و پنج کی کیفیت میں مبتلا ہو کر کبھی یہ نہیں کہتا کہ جائز معلوم ہوتا ہے یا ناجائز معلوم ہوتا ہے۔

''حالت نماز میں اُگالدان اٹھا کر تھوکنا''

نماز اسلام کا اہم رکن ہے۔دین کا وہ علم جس کو سیکھنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے، اس میں نماز کے مسائل کا علم شامل ہے۔نماز افضل العبادات یعنی تمام عبادتوں سے افضل عبادت ہے۔ نماز کی اعلیٰ و افضل عبادت کامل اور صحیح طور سے ادا کرنے کی قرآن وحدیث میں تاکید فرمائی گئی ہے۔ نماز کے فرائض و واجبات سنن و مستحبات کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ نماز کے مفسدات و مکروہات و نقائص سے بچنے کی بھی سخت ضرورت ہوتی ہے۔لہٰذا ملت اسلامیہ کے خیر اندیش علماء نے نماز کے مسائل پر بے شمار کتب تصنیف فرمائی ہیں۔ ہر صوبہ اور علاقہ کی مقامی زبان میں نماز کی کتاب ضرور دستیاب ہوتی ہے۔ان کتابوں کو پڑھ کر عامۃ المسلمین نماز کے مسائل کی واقفیت حاصل کرتے ہیں اور صحیح طریقے سے نماز ادا کرنے کی حتی الامکان کوشش کرتے ہیں۔نماز کے مسائل کی معلومات رکھنا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے، لیکن علماء کے لیے اشد ضروری ہے۔کیوں کہ ان علماء سے عوام گاہے گاہے نماز کے مسائل دریافت کرتے ہیں۔نماز میں ایک ایسی غلطی کا صادر ہونا کہ جس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے، اس غلطی کے ارتکاب سے نماز ٹوٹ جاتی ہے اور نماز از سر نو پڑھنی لازمی ہو جاتی ہے۔اگر نماز کو نہیں دوہرائیگا یعنی دوبارہ نہیں پڑھے گا، تو نمازی گنہگار رہوگا۔

مفسدات نماز یعنی نماز کو فاسد یعنی توڑ دینے والے کاموں میں ''فعل کثیر'' آتا ہے۔یعنی ایسا کام حالت نماز میں کرنا کہ دیکھنے والے کو یہ گمان ہو کہ یہ شخص غیر حالت نماز میں ہے۔اس کو آسانی سے یوں سمجھیے کہ ''فعل کثیر یعنی زیادہ کام۔مثال کے طور پر کسی نمازی کو نماز پڑھنے کی حالت میں کھجلی آئی۔بازو پر کھجلی آئی تھی اور اس نے ایک دو دفعہ بازو کو کھجلایا۔تو یہ فعل قلیل یعنی کم کام ہے۔اس کی نماز ہو جائے گی۔اور اگر اس کو ہاتھ پر، پیٹھ پر، سر میں وغیرہ متعدد مقام پر کھجلی آئی اور وہ ہاتھ پر، پیٹھ پر، پیٹ پر، سر پر، مسلسل کھجلاتا ہے اور دیکھنے والے کو یہ وہم ہو کہ یہ شخص نماز پڑھتا ہے یا کھجلاتا ہے؟ تو یہ فعل کثیر ہے۔اس نمازی کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ایسے آسان مسئلہ میں بھی وہابیوں کے جاہل نام نہاد مجدد تھانوی صاحب کیسے شگوفے کھلا رہے ہیں۔وہ ملاحظہ فرمائیں:-

واقعہ:ایک صاحب نے پوچھا کہ اگالدان مسجد میں رکھا ہے،نماز میں اس کو اٹھا کر تھوکنے سے نماز ہو جائے گی یا نہیں ہو جائے گی؟

ارشاد: یہ دیکھا جائے کہ یہ فعل کثیر ہے یا نہیں، اگر آپ کے نزدیک نہیں تو آپ کی نماز ہو جائے گی،مگر میں تو اپنی نماز لوٹاؤں گا۔کیوں کہ میرے نزدیک یہ فعل کثیر ہے،فعل کثیر کی اقرب تعریف میرے نزدیک یہ ہے کہ جس کو کرتے ہوئے دیکھ کر دوسرا آدمی سمجھے کہ یہ شخص نماز میں نہیں ہے، چناں چہ اگالدان اٹھانے کی حالت میں دوسرا شخص نہیں کہہ سکتا کہ یہ نماز پڑھ رہا ہے، بلکہ یوں کہے گا کہ یہ نماز نہیں پڑھ رہا ہے۔

حوالہ:

حسن العزیز (تھانوی صاحب کے ملفوظات کا مجموعہ) مرتب: مولوی محمد یوسف بجنوری،ناشر: مکتبہ تالیفات اشرفیہ، تھانہ بھون،ضلع:مظفر نگر(یوپی)
جلد:۳،حصہ:۲،قسط:۱۳،ص:۹۷،مسلسل:صفحہ۳۳

سائل کا پوچھنے کا انداز ہی اس بات کی شہادت دے رہا ہے کہ وہ فقہی مسائل کی گہری معلومات نہیں رکھتا۔ فعل کثیر اور فعل قلیل کی فقہی اصطلاح سے ناواقف ہے۔ بیچارہ سیدھا سادہ سوال پوچھ رہا ہے کہ حالت نماز میں مسجد میں رکھا ہوا اگالدان اٹھا کر تھوکنے سے نماز ہو جائے گی یا نہیں ہوگی۔ اس سوال کا صاف اور آسان جواب یہی تھا کہ نماز ہو جائے گی یا نماز نہیں ہوگی۔ لیکن تھانوی صاحب جن کا نام ٹھہرا! اپنی عادت سے مجبور اور علمی صلاحیت سے معذور ہونے کے باعث ایسے آسان مسئلہ کے جواب میں گتھی سلجھانے کے بجائے الجھا رہے ہیں۔ جواب ایسا مہمل دیا کہ مسئلہ حل ہونے کے بجائے پیچیدہ ہو گیا۔ اور پیچیدہ بھی ایسا ہو گیا کہ ایک نئے مجتہد کا دعویٰ بھی ہو گیا۔

فقہی مسائل میں مجتہدین اربعہ یعنی (۱) سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ (۲) سیدنا امام شافعی (۳) سیدنا امام مالک اور (۴) سیدنا امام احمد بن حنبل کے درمیان اختلافات ہیں اور وہ تمام اختلافات قرآن وحدیث سے مسائل استنباط یعنی اخذ کرنے کی وجہ سے حق وصواب ہیں۔ کئی مسائل کے ضمن میں فقہ کی مشہور ومعروف اور معتمد ومستند کتب میں مذکور ہے کہ اس مسئلہ میں امام اعظم کے نزدیک یہ حکم ہے اور امام شافعی کے نزدیک یہ حکم ہے۔ المختصر! کسی، کسی مسئلہ میں ان چاروں اماموں کے نزدیک الگ الگ حکم ہیں۔ یہ چاروں امام مجتہد تھے۔ قرآن وحدیث، واجماع سے قیاس سے مسائل استنباط فرماتے تھے۔ انہیں اجتہاد کا حق حاصل تھا۔

اجتہاد کا حق صرف مجتہد کو ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ مجدد جو مرتبۂ اجتہاد کو نہ پہنچا ہو، اسے بھی اجتہاد کا حق حاصل نہیں۔ مجتہد کا مرتبہ مجدد سے بھی اعلیٰ ہوتا ہے۔ دین اسلام کے چار مذاہب (۱) حنفی (۲) شافعی (۳) مالکی اور (۴) حنبلی طے ہو چکے ہیں۔ ان چار مذاہب میں سے کسی ایک کی تقلید ہر مؤمن پر واجب ہے۔ جو مؤمن مسلمان ان چار مذاہب میں سے کسی ایک کی تقلید کرتا ہے، اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اب اس مذہب کے امام کے قول پر ہی عمل کرے جس کی وہ تقلید کرتا ہو۔ اب وہ کسی دوسرے امام کے قول کو سند بنا کر کسی فقہی مسئلے کا حکم نافذ نہیں کریگا۔ علاوہ ازیں اب اس کے لیے یہ بھی روا نہیں کہ وہ ہر کس وناکس کے قول یا رائے یا نظریہ کو اپنے امام (کہ جس کی وہ تقلید کر رہا

ہے) کے قول کے مقابل اہمیت دے اور اسے تو اپنے قول یا رائے کو دخل دینے کی قطعاً رخصت ہی نہیں۔اگر حنفی ہے تو فقہ حنفی کی کتابوں میں جو حکم لکھا ہے، وہ قبول ومنظور ہونا چاہیے۔آمنّا ،صدقنا کہہ کر سر تسلیم خم کرنا ہی اس پر لازم ہے۔اب کسی مسئلہ میں میرے نزدیک یہ حکم ہے۔فلاں کے نزدیک یا آپ کے نزدیک یہ حکم ہے۔کہہ کر مسئلہ کے جواز یا عدم جواز کی نئ صورت ایجاد کرنے کا اسے قطعاً اور لازماً کوئی حق نہیں۔لیکن تھانوی صاحب ایک آسان اور متفق علیہ مسئلہ میں بھی اپنی خرد ماغی کا مظاہرہ فرمارہے ہیں اور در پردہ اب مجدد کے مرتبہ سے آگے بڑھ کر اپنی شان اجتہاد کا اظہار فرمارہے ہیں۔**''میرے نزدیک یہ فعل کثیر ہے''** کہہ کر تھانوی صاحب خود ہی اپنی شان اجتہاد کا اعلان کررہے ہیں۔

بلکہ!!!

سوال کرنے والے کو جواب میں یہ کہنا کہ **''یہ دیکھا جائے کہ یہ فعل کثیر ہے یا نہیں؟اگر آپ کے نزدیک نہیں،تو آپ کی نماز ہو جائے گی''** یہ جملہ ایسا خطرناک ہے کہ ایک ساتھ بے شمار فتنوں کے دروازے کھول رہا ہے۔اگر اسی طرح ہر شخص کو یہ اجازت دے جائیگی کہ اس کے نزدیک یہ فعل کیسا ہے؟تو اسلامی اصول اور قانون کی کوئی اہمیت ہی باقی نہ رہے گی۔ہر شخص یہی قیاس کرے گا کہ یہ فعل میرے نزدیک ایسا ہے یا ویسا ہے۔اور **''فعل میرے نزدیک ایسا ہے''** کی آڑ میں ہر مسئلہ کا اپنے طور پر جائز یا ناجائز ہونے کا حکم لگائے گا۔نتیجتاً اسلامی فقہ اپنی صورت پر باقی ہی نہ رہے گی اور شریعت کا قانون ہر شخص اپنی مرضی ومنشاء کے مطابق طے کرے گا۔الحاد، بے دینی، آوارگی، بدچلنی، سرگردانی، لاابالی پن، بے پرواہی، بدانتظامی اور قانون شریعت کی خلاف ورزی میں دلیری کا ماحول پیدا ہوگا۔اسلامی تہذیب وتمدن نیست ونابود ہوکر رہ جائیں گے۔مثال کے طور پر نماز میں کوئی ایسا فعل ہوگیا،جس کی وجہ سے سجدۂ سہو واجب ہوگیا اور سجدۂ سہو نہ کرنے کی صورت میں نماز واجب الاعادہ یعنی از سرنو پڑھنا واجب ہوگی،ایسے مسئلہ میں ہر شخص اب یہی کہے گا کہ **''میرے نزدیک سجدۂ سہو واجب نہیں''** بس ہوگیا کام تمام،اب نماز کے فقہی مسائل کی کوئی اہمیت یا ضرورت باقی نہ رہے

گی۔ بلکہ گمراہیت کا بازار گرم ہوگا۔ ہر جاہل بلکہ اجہل شخص اسلامی قانون میں دخل دینے کی جرأت کرتے ہوئے تھانوی صاحب کی تعلیم کے مطابق یہی کہے گا کہ **اس مسئلہ کا میرے نزدیک یہ حکم** ہے۔(والعیاذ باللہ تعالیٰ)

”یہاں کے مرد تمھاری عورتوں پر نظر بد نہیں کریں گے۔

لٰہذا - تمہاری عورتیں بے پردہ آسکتی ہیں“

اسلام میں پردہ کی بہت ہی اہمیت ہے۔مسلمان خواتین کا بے پردہ گھر سے باہر نکلنا یا گھر میں رہ کر بھی بے پردگی کرنا سخت معیوب اور لائق صد ملامت ہے۔مغربی تہذیب نے بے پردگی کو فروغ دیکر بے شمار جرائم کی بنیادیں ڈالی ہیں۔ یہاں تک کہ عریانی، بے حیائی اور بے شرمی کو مغربی تہذیب کے دلدادہ ماڈرن اور ہائی سوسائٹی (High Society) کے لوگ فیشن اور ترقی میں شمار کرتے ہیں۔لیکن اسلام ایک ایسا مہذب دین ہے کہ اسلام نے اپنے متبعین کو تہذیب و اخلاق کے دائرے میں محفوظ رکھ کر بے حیائی، بے شرمی اور عریانیت کے کردار سوز اخلاق و افعال رذیلہ و شنیعہ سے سخت اجتناب کی تاکید فرمائی ہے۔ تجربے سے ثابت شدہ یہ حقیقت ہے کہ بے پردگی بے حیائی کی سیڑی کا پہلا زینہ ہے۔

قرآن مجید میں پارہ ۲۲، سورۂ احزاب، آیت نمبر ۵۹، میں پردہ کے تعلق سے ارشاد رب تبارک وتعالی ہے کہ:

﴿یَآ اَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِاَزْوَاجِکَ وَ بَنٰتِکَ وَ نِسَآءَ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِھِنَّ﴾ ترجمہ: ”اے نبی! اپنی بیویوں اور صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرمادو کہ اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے منھ پر ڈالے رہیں۔“ [کنزالایمان]

یہ آیت کریمہ ”آیت حجاب“ سے مشہور ہے اور یہ آیت کریمہ ۵ھ میں نازل ہوئی ہے۔ اس آیت کریمہ کے نازل ہونے کے بعد مسلمان عورتوں پر پردہ فرض ہوا ہے۔اس آیت کی تفسیر و

تشریح میں پردہ کے تعلق سے بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے۔لیکن ہم اختصار تحریر کو اختیار کرتے ہوئے ذیل میں ایک حدیث پیش کرکے سبکدوش ہوتے ہیں:

ام المؤمنین سیدنا حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ میں اور ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھیں کہ:

''اَقْبَلَ عَبْدُاللّٰهِ بن اُمِّ مَكْتُوم رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ فَدَخَلَ عَلَيْهِ، وَ ذٰلِكَ بَعْدَ مَا اُمِرْنَا بِالْحِجَابِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اِحْتَجَبَامِنْهُ، فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَلَيْسَ هُوَ اَعْمٰى لَا يُبْصِرُنَا وَ لَا يَعْرِضُنَا: فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَفَعَمْيَاوَانِ اَنْتُمَا اَلَسْتُمَا تُبْصِرَانِهُ''

ترجمہ:''اچانک حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے، یہ اس وقت کی بات ہے جب پردہ کا حکم آچکا تھا۔رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:''ان سے پردہ کرو'' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا یہ نابینا نہیں ہیں؟ ہمیں نہ یہ دیکھ رہے ہیں اور نہ کوئی ہمکلامی ہے۔یہ سن کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم دونوں بھی نابینا ہو؟ کیا تم ان کو نہیں دیکھ رہی ہو؟''

حوالہ: (۱) الجامع الترمذی، جلد:۲،ص:۱۰۲

(۲) السنن لابی داؤد، جلد:۲،ص:۲۹۶

(۳) المسند لاحمد بن حنبل، جلد:۶،ص:۹۱

(۴) طبقات الکبریٰ لابن سعد، جلد:۸،ص۱۲۶

مندرجہ بالا آیت قرآنیہ اور حدیث شریف پر کوئی تبصرہ نہ کرتے ہوئے صرف اتنا ہی عرض کرنا ہے کہ دین اسلام میں پردہ کی سخت تاکید فرمائی گئی ہے۔لیکن وہابی تبلیغی جماعت کے نام نہاد جاہل مجدد نے اسلامی پردہ کی تاکید اور اہمیت کو کس بے دردی اور بے رحمی سے مجروح کیا ہے، وہ ملاحظہ

فرمائیں:

لندن سے ایک انگریز نے سوال کیا تھا۔ یہ مع اپنی اہلیہ کے مسلمان ہوگیا تھا کہ ہم ہندوستان آنا چاہتے ہیں اور ہماری میم بھی ہمراہ ہوگی، اور وہ پردہ نہ کر سکے گی۔ کیا ہم کو ذلیل تو نہ سمجھا جاوے گا۔ اب خیال یہ ہوا کہ شریعت میں تو بے پردگی کی اجازت نہیں، اگر اجازت دی تو اس پر یہ خدشہ کہ اس کو سند بنا کر عام آزادی کی لہر نہ پھیل جائے اور اگر منع کیا جاتا ہے، تو واجب لغیرہٖ پر جبر کا کیا حق ہے۔ پھر شریعت پر تنگی کا شبہ ہوگا، اللہ نے مدد فرمائی اور دل میں یہ ڈالا کہ گو شریعت میں اجازت نہیں مگر علّت کیا ہے؟ وہ فتنہ ہے۔ تو اتنا گہرا پردہ فتنہ کے سبب ہے اور یہ تجربہ سے ثابت ہوگیا ہے کہ مفتوح قوم فاتح قوم پر نظر بد نہیں کر سکتی، جیسا کہ مشاہد ہے۔ میں نے لکھ دیا کہ آپ کے لیے اجازت ہے۔ جو قید ہے اس اجازت میں وہ اس قدر اہم اور سخت ہے کہ اس کا ہر شخص کو میسر آنا قریب محال کے ہے یعنی یہ کہ وہ قوم فاتح ہو۔ یہ سوال اور جگہ جاتا، تو نہ معلوم اس کی کیا گت بنتی۔ لیکن وہ انگریز ہندوستان آیا نہیں۔

حوالہ:

(۱) الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ، از: اشرف علی تھانوی، ناشر: مکتبہ دانش دیوبند (یوپی) جلد۴، قسط ۵، صفحہ ۴۸۶، ملفوظ ۹۲۳

(۲) الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ (جدید ایڈیشن) از: اشرف علی تھانوی، ناشر: مکتبہ دانش دیوبند (یوپی) حصہ ۸، صفحہ ۳۰۹، ملفوظ ۳۹۴

(۱۲/ شعبان المعظم ۱۳۵۱ھ - پنج شنبہ، بعد نماز ظہر کی مجلس)

مندرجہ بالا عبارت پر کسی قسم کی تنقید سے پہلے ایک اور حوالہ ملاحظہ ہو:

ایک دوسرے انگریز نے ان ہی صاحب کے ذریعہ سے ایک خط مجھ کو لکھوایا کہ میں تھانہ بھون آنا چاہتا ہوں۔ مع اپنی بیوی کے ہندوستان دیکھنے کو بیحد جی چاہتا ہے۔ آپ کے یہاں پردہ ہے، ہمارے یہاں پردہ نہیں۔ تو کیا ایسی حالت میں آپ لوگ ہم کو حقیر نہ سمجھیں گے؟ اب مجھ کو سوچ ہوئی اگر لکھتا ہوں کہ پردہ کی ضرورت نہیں، تو وہ نصوص سے ثابت ہے، نفی کیسے ہوسکتی ہے۔ اور اگر پردہ کرنے کو لکھتا ہوں، تو ان کو بوجہ عادت نہ ہونے کے وحشت ہوگی۔ بس اسی حفظ حدود کی اصل پر یہ سمجھ میں آیا کہ اور اعضاء تو مستور ہوں گے ہی صرف چہرہ کھلا ہوگا۔ تو چہرہ چھپانے سے اصل مقصود ہے دفع فتنہ اور فاتح قوم کی ایک ہیبت ہوئی ہے، مفتوح قوم پر۔ اس لیے مفتوح قوم کی ہمت نہیں پڑتی فاتح قوم کے متعلق خیالات فاسدہ کی۔ اس لیے ہم آپ لوگوں کو اس کی گنجائش دیں گے بخلاف ہمارے ہندوستان میں ہم آپس میں سب برابر ہیں۔ ایک کا دوسرے پر کوئی ہیبت کا اثر نہیں۔ اس لیے ہم اپنے لیے یہ گنجائش نہ دیں گے۔

حوالہ:

(۱) الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ، از: اشرف علی تھانوی، ناشر: مکتبہ دانش دیوبند (یوپی) جلد ۱، قسط ۲، صفحہ ۲۹، ملفوظ ۵۱

(۲) الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ (جدید ایڈیشن) از: اشرف علی تھانوی، ناشر: مکتبہ دانش دیوبند (یوپی) حصہ ۳، صفحہ ۹۲، ملفوظ ۱۱۷

(۲۲/ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ - بعد نماز جمعہ کی مجلس)

مندرجہ بالا دونوں عبارتیں بغور مطالعہ کرنے سے قارئین کو احساس تو ہوگیا ہی ہوگا کہ تھانوی

صاحب بے پردگی کی اجازت دینے کے لیے اٹ سٹ **منطق چھانٹ** کر مکر وفریب کی کیسی **اٹکھیلی چال چل** رہے ہیں۔ خیر! ان دونوں عبارتوں میں پوشیدہ اور عیاں اسلامی قوانین کی تضحیک اور اسلامی پردہ کی اہمیت کی تذلیل پر تھانوی صاحب کے فاسد نظریات کی عقدہ کشائی کرنے سے پہلے ہم ایک مزید حوالہ قارئین کرام کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔ پھر ان تینوں عبارت پر مجموعی تنقید و تردید کریں گے۔

ان میں سے کسی کا بواسطہ بابو صاحب مذکور کے ایک خط آیا کہ ہمیں حاضری کا اشتیاق ہے، مگر یہ اندیشہ ہے کہ ہماری عورتیں پردہ کی عادی نہیں، وہ پابند نہ ہوسکیں گی، شاید آپ حضرات ناراض ہوں، حضرت اقدس نے تحریر فرمایا کہ وجہ اور کفین کا ستر فی نفسہٖ واجب نہیں بلکہ فتنہ کے سبب مامور بہ ہے اور آپ کی عورتوں کی طرف یہاں کے لوگوں کو رعب کی وجہ سے کسی قسم کا نفسانی خیال ہونا بعید ہے، لہٰذا انتفاء علت کے سبب ان کو اس کی اجازت مل سکتی ہے۔

حوالہ:

اشرف السوانح، مصنف: خواجہ عزیز الحسن غوری، جلد۳، ص۲۳۲، ناشر: مکتبہ تالیفات اشرفیہ تھانہ بھون، ضلع: مظفر نگر (یوپی)

اب آیئے! مندرجہ بالا تینوں عبارات کے ضمن میں گفتگو کریں۔

- لندن سے ایک نومسلم نے بذریعہ خط تھانوی صاحب سے اپنی بیگم کے ہمراہ تھانہ بھون آنے کی اجازت مانگی تھی اور اس میں اہم بات یہ تھی کہ لندن سے آنے والے نومسلم کی بیوی تھانوی صاحب کے سامنے بے پردہ آئے گی۔ تھانوی صاحب جو اپنے زعم میں مجدد ٹھہرے۔ شریعت کے اٹل قوانین میں اپنی فاسد رائے سے دخل اندازی کر کے من چاہے

قانون گھڑنے کے پُرانے مریض اور عادی تھے۔ پردے جیسے اہم اور اٹل قانون میں بھی مضحکہ خیز استدلال کررہے ہیں۔

- صاف صاف جواب دے دینا تھا کہ اسلام میں پردہ کی سخت اہمیت ہے۔قرآن وحدیث میں پردے کی تاکید فرمائی گئی ہے۔لہٰذا میں آپ کی بیگم کو اپنے پاس بے پردہ آنے کی ہرگز ہرگز اجازت نہیں دے سکتا۔مگر تھانوی صاحب نے لندن کے نومسلم کو اپنی بیگم کو بے پردہ تھانہ بھون لانے کی اجازت دے دی اور تھانوی صاحب نے لندن والی خاتون کو بے پردہ آنے کی اجازت دینے کے لیے کیسے کیسے حیلے اور بہانے تراشے اور کیسی بے تکی، بے محل، بے جوڑ، بے ڈھنگی، بے لحاظ، بے ثبات، بے جا، بے حال، بے سلیقہ اور بے شعور تاویلات و نکات بیان فرما کر اپنی خرد ماغی، خرافاتی ذہنیت اور بے راہ روی کا مظاہرہ فرمایا ہے، وہ ملاحظہ فرمائیں۔

- تھانوی صاحب نے پہلے پردے کا فلسفہ بیان کیا کہ پردے کی علّت کیا ہے؟ بقول تھانوی صاحب ''**وہ فتنہ ہے، تو اتنا گہرہ پردہ فتنہ کے سبب سے ہے**''یعنی اگر عورتیں پردہ نہ کریں گیں، تو مرد کی نظریں عورتوں کے چہروں پر پڑیں گیں، پھر آنکھیں دو چار ہوں گیں، آنکھوں آنکھوں میں باتیں ہوں گیں، آنکھ مچولی کھیلیں گے، ایک دوسرے کی آنکھ میں بسنا ہوگا، پھر تعلقات آہستہ آہستہ بڑھتے بڑھتے ناجائز فعل اور حرام کاری تک پہنچنے کا امکان ہے۔اکثر مردوں کی یہی فطرت ہوتی ہے کہ وہ عورتوں کو شہوت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔لہٰذا عورتوں کو پردہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

یہاں تک پردہ کی اہمیت کا پس منظر بیان کرنے کے بعد اب تھانوی صاحب خطرناک موڑ سے اپنی بات کو گھماؤ دے رہے ہیں کہ''**اور یہ تجربہ سے ثابت ہوگیا ہے کہ مفتوح قوم فاتح قوم پر نظر بد نہیں کرسکتی، جیسا کہ شاہد ہے**''یعنی فتح کی گئی قوم یعنی ہارنے والی قوم کے مرد فاتح قوم یعنی جیتنے والی قوم کی عورتوں پر نظر بد یعنی بری نظر نہیں کرتے۔ یہ بات مشاہدہ اور تجربہ

سے ثابت ہے۔اورتم انگریز قوم سے تعلق رکھتے ہواورانگریز قوم نے ہندوستان کو فتح کیا ہے ہے، لہٰذا تم فاتح یعنی جیتنے والی قوم ہو اور بھارت انگریزوں کے ہاتھوں فتح ہوا ہے لہٰذا بھارت کے لوگ مفتوح قوم یعنی ہارنے والی قوم ہے۔انگریز قوم فاتح ہونے کی وجہ سے بھارت کے لوگوں پران کا ایسا رعب اور دبدبہ ہے کہ بھارت کی مفتوح قوم کے مرد انگریز قوم کے عوتوں کو بری نظر سے دیکھنے کی ہمت نہیں کرتے اور جب بھارت کے مرد تمہاری عورتوں کو بری نظر سے دیکھیں گے ہی نہیں، تو اب آنکھ سے آنکھ ملنے اور معاملہ آگے بڑھ کر کوئی فتنہ ہونے کا امکان ہی نہیں اور پردے کا مقصد فتنہ اٹھنے سے روکنا ہے اور تمہارا رعب اور دبدبہ ایسا طاری ہے کہ پردے کا مقصد پردہ کئے بغیر ہی حاصل ہو جاتا ہے، لہٰذا تمہاری بیگم پر ہندوستان کے مرد نظر بد نہیں کر سکتے۔ لہٰذا بقول تھانوی صاحب "**میں نے لکھ دیا کہ آپ کے لیے اجازت ہے، جو قید ہے اس اجازت میں وہ اس قدر اہم اور سخت ہے کہ اس کا ہر شخص کو میسر آنا قریب محال کے ہے یعنی یہ کہ وہ قوم فاتح ہو۔**" یعنی تھانوی صاحب نے اجازت تو دے دی لیکن اجازت دیتے ہوئے انگریز قوم کی اہمیت و خصوصیت بھی واضح فرما دی کہ تم خوش نصیب ہو۔ اسلام قبول کرنے کی وجہ سے نہیں بلکہ انگریز قوم سے تمھارا اصلی نسب ہے۔ ویسے تو ہندوستان کے مسلم باشندے بھی اسلام کے پیرو ہیں لیکن جو شرف تمھیں میسر ہے، وہ ہمارے نصیب میں کہاں؟ تمھارے سامنے ہماری حیثیت ہی کیا ہے؟ ہم ٹھہرے صرف ہندوستانی مسلمان اور تم ہولندن کے مسلمان۔ ہماری کیا مجال کہ ہم تمھاری میم کے طرف نظر بد کریں۔ تم فاتح اور ہم مفتوح۔ اور تمہاری عورتوں کو ہمارے سامنے بے پردہ آنے کی جو اجازت ہم نے مرحمت فرمائی ہے، اس میں جو قید یعنی شرط (Condition) ہے، یعنی قوم کا فاتح ہونا، وہ تو صرف آپ کا ہی خاصّہ ہے۔ عام طور سے یہ شرف اور خصوصیت ہر شخص کو میسّر ہونا محال ہے۔

قارئین کرام! غور فرمائیں کہ قرآن مجید کی صاف آیت یعنی نص قطعی سے پردہ کی فرضیت

ثابت ہے اور اس فرضیت کو تھانوی صاحب مانتے ہوئے بھی اپنے باطل اور فاسد قیاس سے فاتح قوم اور مفتوح قوم کے منطق میں اُلجھار ہے ہیں۔ اگر تھانوی صاحب نے پردے کے تعلق سے فاتح اور مفتوح قوم کی جوئی اصل بنائی ہے، اس کو اختیار کیا گیا، تو شریعت کے قانون میں بڑی گڑبڑی پیدا ہوگی، مثال کے طور پر:

(۱) ایران اور عراق نام کے دوملکوں میں جنگ ہوئی۔ اس جنگ میں عراق کو فتح حاصل ہوئی اور ایران کی شکست ہوئی۔ لہٰذا عراق کی قوم فاتح اور ایران کی قوم مفتوح ہوئی۔ لہٰذا تھانوی صاحب کے خودساختہ نئے قانون کے مطابق اب عراق کی عورتوں کو ایران کے مردوں کے سامنے بے پردہ آنے کی اجازت حاصل ہوگئی۔

(۲) کسی گاؤں میں پٹھان اور شیخ قوم کے درمیان جھگڑا ہوگیا اور اس جھگڑے میں پٹھان قوم کو فتح اور شیخ قوم کو شکست حاصل ہوئی۔ لہٰذا پٹھان قوم فاتح ہوئی اور شیخ قوم مفتوح ہوئی۔ لہٰذا تھانوی صاحب کے قول کے مطابق اب پٹھان قوم کی عورتیں شیخ قوم کے مردوں کے سامنے بے پردہ آسکتی ہیں۔

(۳) فاتح قوم کی خواتین مفتوح قوم کے مردوں کے سامنے بے پردہ آسکتی ہیں۔ یہ نیا قانون تھانوی صاحب نے قرآن کی کس آیت یا کس حدیث سے استدلال کیا ہے؟ یا فقہ کی کونسی معتمد و مستند کتاب سے جزیہ اخذ کیا ہے؟ اس سوال کا جواب تھانوی صاحب کے معتقدین و متوسلین انشاءاللہ قیامت تک نہ دے سکیں گے۔ بلکہ تھانوی صاحب کا خودساختہ یہ نیا قانون سراسر قرآن و حدیث کے خلاف ہے، اس حقیقت کو ہر مؤمن آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔

الحاصل!

تھانوی صاحب اپنے آپ کو ''مجدد'' سمجھنے کی غلط فہمی میں بلکہ مجدد سے بھی دوقدم آگے ''مجتہد'' ہونے کے گمان میں اپنی خردماغی کی ایجاد اور ملحدانہ ذہنیت کی وجہ سے شریعت مطہرہ کے کثیر التعداد اٹل اور مستحکم قوانین میں چونچ مار کر گاہے گاہے چوندلاپن کا مظاہرہ کرنے کی عادت بد سے مجبور

تھے۔ بلکہ یہاں تک کہنے میں بھی کوئی مبالغہ نہیں کہ تھانوی صاحب اپنے آپ کو صاحب شریعت گردانئے کے وہم میں مبتلا تھے۔ اسی لیے تو شریعت کے اٹل قوانین میں اپنی مرضی سے ردو بدل کرتے تھے۔ حیرت کی بات تو یہ ہے کہ شریعت کے رائج اور اٹل قوانین میں ترمیم اور تغیّر وتبدّل کو تھانوی صاحب ''مِنْ جَانِبِ اللّٰه ''یعنی''اللہ کی طرف سے'' ثابت کرنے کی بھی سعی لاحاصل کرتے تھے۔

لندن سے ملاقات کے لیے تھانہ بھون آنے والے ''نومسلم'' کی بیگم کو بے پردہ آنے کی اجازت دینے کے معاملے میں تھانوی صاحب نے اپنی اس مذموم حرمت کو بھی اللہ کی طرف سے ثابت کرنے کے لیے یہاں تک فرمایا کہ ''**اللہ نے مدد فرمائی اور دل میں یہ ڈالا۔**'' واہ صاحب! واہ! قرآن اور حدیث کے مقدس احکام کی کھلّم کھلاّ مخالفت اور خلاف ورزی کی بات کو مناسب اور موزوں ثابت کرنے کے لیے تھانوی صاحب کیسی دھوکے بازی اور فریب کاری کا جال بچھا رہے ہیں۔ بلکہ بے شمار فتنوں کا دروازہ کھول رہے ہیں۔ اگر تھانوی صاحب کی خلاف شریعت بات کو صرف اس لیے تسلیم کرلیا جائے کہ ''**اللہ نے مدد فرمائی اور دل میں ڈالا۔**'' تو پھر ہر شخص اس طرح ڈھونڈ کر کے شریعت کے کسی بھی قانون کی خلاف ورزی کرنے کے لیے تھانوی صاحب کی طرح یہی بہانہ پیش کر دیگا کہ ''**اللہ نے مدد فرمائی اور دل میں ڈالا۔**'' نتیجہ یہ ہوگا کہ شریعت کے اٹل قوانین کی کوئی اہمیت وحیثیت ہی باقی نہ رہے گی۔ قانون شریعت کی لاکھوں کتابیں بے معنی اور بے مصرف ہو کر صرف الماریوں کی زینت بن کر رہ جائیں گی۔ ہر مسئلہ ہر کس وناکس یہی کہہ کر حل کرے گا کہ اس مسئلہ کا شریعت میں جو بھی حکم ہے، جو چاہے ہو، لیکن اس مسئلہ میں میرا عمل یہ ہوگا کیوں کہ اس طرح عمل کرنے کے معاملے میں ''**اللہ نے میری مدد فرمائی اور دل میں یہ بات ڈالدی**''۔ تھانوی صاحب کو ''**حکیم الامت**'' اور ''**مجدد**'' کے لقب سے ملقب کرنے والا گروہ انصاف اور غیر جانبدارانہ رویہ اختیار فرما کر فیصلہ کرے کہ **تھانوی صاحب دین اسلام کی تجدید کرتے تھے یا تذلیل؟ اسلامی قوانین کی تحکیم کرتے تھے یا تضحیک؟**

''چوری اور سینہ زوری'' کا وصف تھانوی صاحب کی ادائے خاص تھی۔ تجربہ سے ثابت ہے کہ رذیل اور اوباش طبیعت کے لوگوں میں کمینہ پن کے ساتھ ساتھ بے حیائی اور بے شرمی بھی بھر پور ہوتی ہے۔ ایسے لوگ اپنی کسی نازیبا حرکت پر نادم اور شرمندہ ہونے کے بجائے اتراتے ہیں اور اپنی مذموم حرکت پر فخر کرتے ہیں بلکہ اپنی ہوشیاری سمجھ کر شیخی مارتے ہوئے دوسروں کے سامنے فخریہ بیان کرتے ہیں۔ لندن کے نومسلم کی بیگم کو بے پردہ آنے کی اجازت مرحمت فرمانے کے واقعہ میں تھانوی صاحب شریعت کی خلاف ورزی کے ارتکاب پر نادم ہونے کے بجائے شوخی مارتے ہوئے فرماتے ہیں کہ **''یہ سوال اور جگہ جاتا تو نہ معلوم اس کی کیا گت بنتی''** بے شک! سچ فرمایا تھانوی صاحب نے۔ آپ کے علاوہ کسی اور میں ایسی ہمت ہی کہاں جو قرآن و حدیث کے حکم کے خلاف اس طرح بے باک اور آوارہ ہو کر ایسا بیہودہ جواب دے سکے۔ ہر مولوی آپ جیسی ملحدانہ ذہنیت کا حامل کہاں؟ جو اپنے فاسد تخیلات کو قرآن و حدیث کے حکم پر ترجیح دینے کی جرأت کر سکے۔ اپنے آپ کو **''صاحب شریعت''** سمجھنے کے وہم و ظن میں اس طرح کے خلاف شرع حکم جاری کرنا اور کسی کے بس میں کہاں؟ کس میں اتنی ہمت ہے جو قرآن و حدیث کے خلاف اس طرح کے فاسد قیاس پر عمل کرے؟ واہ صاحب! واہ! اسی کو کہتے ہیں **''بے حیائی کا جامہ پہننا''**۔ اپنی بے سرت و بے شعور بات پر ندامت اور پشیمانی کا مظاہرہ کرنا تو دور کی بات رہی، الٹا بے ننگ و ناموس بن کر اترانا اور نازاں ہونا، اپنی اوباشی کا ثبوت دینے کے مترادف ہے۔ تھانوی صاحب کا جملہ **''یہ سوال اور جگہ جاتا تو نہ معلوم اس کی کیا گت بنتی''** سے سراسر غرور اور تکبّر ہی ٹپکتا ہے۔ اور جگہ تو اس سوال کا صحیح جواب ملتا کہ اسلام میں بے پردگی کی اجازت نہیں لیکن آپ نے ہی اس سوال کی **''گت بگاڑ کر رکھ دی''**۔ آپ کی **''مت''** ایسی بگڑی ہوئی ہے کہ اسلامی احکام کی **''گت''** بگاڑ کر اسے مسخ کرنے کی آپ کو **''لت''** لگی ہوئی ہے۔ بلکہ یوں کہیئے کہ **آپ کی عقل پر پردے پڑ گئے ہیں۔**

اس موقعہ پر اکبرؔ الٰہ آبادی کا وہ واقعہ اور شعر یاد آ گیا کہ ایک مرتبہ اکبرؔ نے چند مسلم خواتین کو بر سر عام بے پردہ گھومتی ہوئی دیکھ کر ان کی بے پردگی کا سبب پوچھا، تو ان خواتین نے جو جواب دیا، اس

کو اکبر الہ آبادی نے اس طرح قلمبند کیا ہے:

بے پردہ کل جو آئیں نظر چند بیبیاں اکبر زمیں میں غیرت قومی سے گڑ گیا

پوچھا جو ان سے آپ کا پردہ کہاں گیا بولیں کہ وہ تو عقل پہ مردوں کی پڑ گیا

لیکن تھانوی صاحب نے لندن کی نومسلم خاتون کو بے پردہ آنے کی اجازت دینے پر مناسب ہوگیا کہ اکبر الہ آبادی کے مندرجہ بالا قطعہ کے آخر بند ''بولیں کہ وہ تو عقل پہ مردوں کی پڑ گیا'' کی ترمیم کرتے ہوئے، اس بند کو اس طرح لکھا جائے کہ **''بولیں کہ وہ تو عقل پہ تھانوی کی پڑ گیا''** کیوں کہ ...

تھانوی صاحب نے ایک ناممکن اور نامربوط بات کہہ دی کہ **''مفتوح قوم کے مرد فاتح قوم کی عورتوں پر نظر بد نہیں کرتے۔''** یہ بالکل ناممکن بات ہے۔ اگر مان بھی لو کہ لندن والے فاتح قوم ہیں اور ہندوستان والے مفتوح قوم ہیں۔ تو کیا ہندوستان میں بسنے والے کروڑوں مردوں کی نظروں پر تھانوی صاحب روک لگا سکتے ہیں کہ وہ لندن سے تشریف لانے والی حسن کی پری اور نزاکت کی پتلی کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھیں۔ اور اگر کسی دل پھینک عاشق نے شوخ نظروں سے دیکھ لیا، تو اس کا ذمہ دار کون ہوگا؟ فاتح اور مفتوح قوم کا طرۂ امتیاز ھباءً منثورا ہو کر ہوا میں اڑ جائے گا۔

وزیرزادی کو بے پردہ آنے دو میں اپنی آنکھیں نیچی رکھوں گا

ایک واقعہ تھانوی صاحب کی سوانح حیات میں اس طرح کا بھی موجود ہے کہ ایک بڑی ریاست کی وزیرزادی نے تھانوی صاحب کی چھوٹی بیگم کے توسط سے تھانوی صاحب سے بے پردہ سامنے آنے کی اجازت مانگی۔ اجازت مانگنے والی خاتون مالدار خاندان کی تھی۔ لہٰذا شریعت کا حکم بتا کر ملنے کا انکار کرنے کی تھانوی صاحب ہمت نہ کر سکے اور یہ کہہ کر اجازت دی کہ اگر کچھ کہنا سننا نہ ہو، تو اجازت ہے۔ میں اپنی آنکھیں نیچی رکھوں گا۔

اسی طرح ایک بڑی ریاست کی وزیرزادی صاحبہ اپنے شوہر کے ساتھ خود تھانہ بھون حاضر خدمت ہوئیں، انھوں نے بھی بے پردہ سامنے آنا چاہا، اور چھوٹی پیرانی صاحبہ کے ذریعہ سے اس کی اجازت چاہی، حضرت والا نے صریح انکار کرنا تو مصلحت کے خلاف سمجھا، کیوں کہ آزاد لوگوں کے سامنے اگر حکم شرعی بتایا جاتا ہے، تو وہ اس کی بے قدری کرتے ہیں اور ان کے جی کو نہیں لگتا، بلکہ شریعت کا نام سن کر عجب نہیں کہ شریعت کے متعلق کچھ طعن یا استخفاف کا کلمہ کہہ بیٹھیں۔ اس لیے نہایت لطیف تدبیر کی، فرمایا کہ اگر ان کو کچھ کہنا سننا نہ ہو تو خیر اجازت ہے، کیوں کہ حضرت والا کو قرائن سے معلوم تھا کہ کہنا سننا ضرور ہے، اس لیے سامنے نہ آویں گی، نیز اس جواب میں یہ سوچا کہ میں خود اپنی آنکھیں نیچی رکھوں گا، پھر میرا کیا حرج ہے؟ لیکن انھوں نے کہا کہ نہیں حضرت، مجھے تو کچھ عرض بھی کرنا ہے، اس پر فرمایا کہ یہ میری طبعی بات ہے کہ میں کسی عورت سے دوبدو گفتگو کرتے ہوئے شرماتا ہوں، اگر تم مجھ سے چہرہ کھول کر گفتگو کرو گی، تو میں گفتگو کر ہی نہ سکوں گا، میں اپنی طبیعت سے مجبور ہوں، لہٰذا اگر گفتگو کرنی ہے، تو پردہ کی آڑ سے کرو، چنانچہ مجبوراً انھیں اسی پر راضی ہونا پڑا۔

حوالہ:

اشرف السوانح، مصنف: خواجہ عزیز الحسن غوری، جلد ا، ص ۱۰۵، ناشر: مکتبہ تالیفات اشرفیہ تھانہ بھون، ضلع: مظفر نگر (یوپی)

''اگر ضرورت سمجھو،تو رشوت لے لو،اجازت ہے''

رشوت ایک ایسا گناہ ہے، جو اس کے کرنے والے کو شرعی گناہ ہونے کی وجہ سے عذاب و عتاب کا نقصان پہنچانے کے ساتھ ساتھ سماج اور ملک کو بھی عظیم نقصان پہنچاتا ہے۔ اسلام میں رشوت کی سخت حرمت وارد ہے۔ قرآن و حدیث سے اس کا حرام ہونا ثابت ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

آیت:

﴿وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ وَ اَكْلِهِمُ السُّحْتَ ط لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ (پارہ:٦،سورۃ المائدہ،آیت:٦٢)

ترجمہ:

''اور ان میں تم بہتوں کو دیکھو گے کہ گناہ اور زیادتی اور حرام خوری پر دوڑتے ہیں، بے شک بہت ہی برے کام کرتے ہیں۔'' (کنزالایمان)

تفسیر:

''اور حرام خوری سے رشوتیں وغیرہ مراد ہیں (خازن)''

(حوالہ: تفسیر خزائن العرفان،ص:١٨٩)

حدیث:

حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رشوت لینے، رشوت دینے اور رشوت کا معاملہ طے کرانے والے دلال کی مذمت اور توبیخ فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ:

''لَعَنَ اللّٰهُ الرَّاشِىَ وَ الْمُرْتَشِىَ وَ الرَّائِشَ الَّذِىْ يَمْشِىْ بَيْنَهُمَا''

(حوالہ: مسند امام احمد، ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ناشر: دارالفکر، بیروت، لبنان، جلد:۵،ص:۴۷۰)

ترجمہ:

''اللہ کی لعنت رشوت دینے والے اور لینے والے اور ان کے دلال پر''

(ماخوذاز: فتاویٰ رضویہ (مترجم) جلد:۱۸،ص:۴۷۰)

حدیث:

حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ:

''الرَّاشِیُ وَ الْمُرْتَشِیُ کِلَاهُمَا فِیُ النَّارِ''

(حوالہ: کنزالعمال، الفصل الثالث فی الھدیۃ والرشوۃ، ناشر: مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، جلد:۶،ص:۱۱۳)

ترجمہ:

''رشوت لینے والا اور دینے والا دونوں دوزخی ہیں۔''

(ماخوذاز: فتاوی رضویہ (مترجم) جلد:۶،ص۵۵۱)

المختصر! رشوت ایک ایسا گھنونا جرم ہے کہ جس کو کوئی بھی مذہب اور کوئی بھی ملک روا نہیں رکھتا۔ رشوت کی وجہ سے ملک کا قانون تہس نہس ہو جاتا ہے اور جرائم کو تقویت ملتی ہے۔ نتیجتاً گناہ کی مقدار میں کافی اضافہ ہوتا ہے اور سنگین گناہ کرنے والے خطرناک مجرم رشوت کے طفیل بے قصور ثابت ہو کر سزا پانے سے نجات حاصل کر لیتے ہیں۔ لیکن وہابی، دیوبندی اور تبلیغی جماعت کے نام نہاد مجدد اور حکیم الامت مولوی اشرف علی صاحب تھانوی رشوت جیسے سخت گناہ کی اپنی تقریر میں اجازت دیتے ہیں۔ حوالہ پیش خدمت ہے:

میں نے ایک جگہ بیان کیا تھا کہ رشوت لینا گناہ ہے۔ خیر اگر کم ہمتی سے ضرورت ہی سمجھتے ہوتو لو، مگر بُرا تو سمجھو اور اکلِ حلال کی فکر کرو۔ کوشش میں رہو، اس پر بعضوں نے کہا کہ یہ کیسے مولوی ہیں جو رشوت کی اجازت دیتے ہیں۔ یہ حال رہ گیا ہے اس زمانہ میں فہم کا۔ اسیوجہ سے میں فتوی نہیں دیتا، ایک رائے بیان کردی، جو میرے نزدیک تھی، فقط۔

حوالہ:

حسن العزیز (تھانوی صاحب کے ملفوظات کا مجموعہ) مرتب: مولوی محمد یوسف بجنوری، جلد۳، حصہ۳، قسط۱۴، ص ۱۵۸، مسلسل صفحہ ۶۳۸، ناشر: مکتبہ تالیفات اشرفیہ، تھانہ بھون، ضلع: مظفرنگر (یوپی)

مندرجہ بالا عبارت کو بنظر عمیق پڑھیں اور پھر حسب ذیل تبصرہ ملاحظہ فرمائیں:

(۱) تھانوی صاحب نے کسی مجلس خاص میں یا اپنے چند احباب کے سامنے نجی محفل میں نہیں بلکہ برسرعام اپنے وعظ میں عوام المسلمین کے سامنے یہ بات کہی ہے۔ خود تھانوی صاحب فرماتے ہیں **"میں نے ایک جگہ بیان کیا تھا"** یعنی کسی مقام پر دوران تقریر تھانوی صاحب نے کہا تھا۔

(۲) کیا کہا تھا؟ پہلے تو رشوت لینا گناہ بتایا۔ رشوت کو گناہ بتائے بغیر کوئی چارہ بھی نہ تھا۔ کیوں کہ قرآن وحدیث سے رشوت کا گناہ ہونا ثابت ہے۔ ہر سماج، ہر ملک اور ہر مذہب رشوت لینا گناہ سمجھتا ہے اور رشوت لینے پر پکڑے جانے والے کو سخت سے سخت سزا دینے کے قوانین ہر ملک میں نافذ ہیں۔ لہٰذا تھانوی صاحب میں اتنی ہمت نہ تھی کہ وہ کھلم کھلا بیان کریں کہ رشوت لینا گناہ نہیں۔ البتہ! گناہ کے اس مذموم کام کو روکنے کے بجائے بند لفظوں میں اجازت دیتے ہیں اور رشوت لینے کے لیے بہانہ بتاتے ہیں کہ:

(۳) **''خیر۔اگر کم ہمتی سے ضرورت ہی سمجھتے ہو،تو لو۔''** قارئین کرام غور فرمائیں کہ اس جملہ کی ابتداء میں تھانوی صاحب لفظ **''خیر''** کا استعمال کر رہے ہیں۔ اس جملے کے پہلے کا جملہ **''رشوت لینا گناہ ہے''** کا ہے۔یعنی تھانوی صاحب رشوت لینے کو گناہ کہنے کے بعد فوراً لفظ ''خیر'' کا استعمال کر کے یہ کہنا چاہتے ہیں کہ رشوت کا گناہ ہونا مسلم ہے۔ اس کے جائز ہونے کی بظاہر کوئی صورت نہیں۔ رشوت کے جائز ہونے یا گناہ نہ ہونے کی امید نہیں۔ اس امید سے مایوس ہو چکے ہیں اور مایوسی کا اظہار کرنے کے لیے اکثر لفظ ''خیر'' استعمال ہوتا ہے۔لیکن تھانوی صاحب بالکل مایوس ہو کر بے دینی کے معاملے میں پیچھے ہٹنے والوں میں سے نہیں تھے۔ بلکہ شریعت کے اٹل قانون توڑنے والے گروہ میں سب سے آگے چلنے والوں میں سے تھے۔ رشوت لینا اسلامی قانون میں چاہے گناہ ہو،مگر تھانوی صاحب ہر گناہ کو مناسب ثابت کر کے اس کے ارتکاب کی سبیل ڈھونڈھ نکالنے میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ رشوت کو گناہ کہنے کے فوراً بعد اس کو لے لینے کو مناسب بتانے کے لیے تھانوی صاحب کیسی فریب کاری اور مکاری سکھاتے ہیں کہ:

(۴) **''اگر کم ہمتی سے ضرورت ہی سمجھتے ہو،تو لو''** یعنی اگر رشوت لینے سے انکار کرنے کی تمھارے اندر ہمت نہیں۔ ایسے کم ہمت ہو کہ رشوت کی نوٹوں کی گڈی دیکھ کر منھ میں پانی بھر گیا اور اتنی ہمت نہیں کہ ٹھکرا دو بلکہ ضرورت محسوس کرتے ہو۔ بیوی کے لیے سونے کے زیور خریدنے ہیں۔ بچوں کی اسکول کی فیس ادا کرنی ہے۔ مکان کو رنگ و روغن کرا کے چمکانا ہے۔ ایسی تو بہت ساری ضروریات ہیں۔ تو جناب! ڈرو مت! رشوت لے لو! واہ تھانوی صاحب واہ! گناہوں کا دروازہ کتنی آسانی سے کھول دیا۔ رشوت لینے کے لیے تھانوی صاحب نے دو (۲) وجہ بتائی ہیں (۱) اگر کم ہمتی ہو اور (۲) **ضرورت ہو**۔ اگر یہ دو (۲) سبب (Reason) ہیں، تو تھانوی صاحب رشوت لینے کے تعلق سے فرماتے ہیں کہ **''لے لو''**۔ آج کے پرفتن دور میں شاید ہی اللہ کا کوئی ایسا دیانتدار بندہ ملے گا، جس میں رشوت کی رقم کو ٹھکرانے کی ہمت اور

حوصلہ ہو۔ بلکہ آج کے دور میں اچھے اچھوں کو رشوت لینے کے معاملے میں پگھلتے اور پھسلتے دیکھا جاتا ہے۔ بلکہ شاید و باید ہی ایسا کوئی مؤمن مرد مجاہد ملیگا جو ناجائز اور حرام کی کمائی کی رقم کو پاؤں کی ٹھوکر مارنے کا حوصلہ اور ہمت رکھتا ہو۔ جس کو دیکھو وہ رشوت لینے کے پھندے اور چکر میں پھنسا پڑا ہے۔ رشوت لینے سے انکار کرنے کے معاملے میں سب ''کم ہمتی'' کے شکار ہیں۔ سب کے سب رشوت کی حسین زلفوں کے اسیر ہیں۔ ایسی ''کم ہمتی'' کے ماحول میں اسلام کے اٹل قانون اور اصول پر مضبوطی سے قائم رہنا اور شریعت مطہرہ کی پابندی میں ثابت قدم رہنا، ایک سچے مؤمن کی شان ہے۔ لیکن تھانوی صاحب رشوت جیسے مہلک جرم کو جو ناسور بن کر سماج، سوسائٹی، ملک، قانون، تہذیب، اخلاق، امن وامان، اور دیانتداری کو تباہ اور برباد کردے، ایسے جرم کی کتنی آسانی سے اجازت عنایت فرمارہے ہیں۔ اور وہ بھی صرف ''کم ہمتی'' کی وجہ سے۔

(۵) اگر تھانوی صاحب کے ''کم ہمتی'' کے حیلے اور بہانے کو روا رکھ کر رشوت لینا مناسب قرار دیا جائے، تو یہ ''کم ہمتی'' کا بہانہ اور سبب صرف رشوت لینے تک ہی محدود نہ رہے گا بلکہ ہر شخص معاذ اللہ کم ہمتی کا بہانہ آگے کر کے زنا، شراب نوشی اور دیگر گناہ کے ارتکاب کو مناسب قرار دینے کی جرأت کریگا۔ حسین لڑکی نے اپنا خوبصورت جسم حوالے کردیا اور انکار کرنے کی ہمت نہ تھی لہٰذا زنا کرلیا یا انگریزی شراب کی قیمتی اور نایاب بوتل دوست نے کھولی اور پیالی میں بھر کر پیش کی اور انکار کرنے کی ہمت نہ تھی لہذا کم ہمتی سے پی گیا۔ ایسے تو کئی جرائم عام ہو جائیں گے۔ اور یہ سب وہابی، دیوبندی اور تبلیغی جماعت کے جاہل نام نہاد مجدد تھانوی صاحب کی بدولت اور طفیل میں عام ہوں گے۔ پتہ نہیں تھانوی صاحب کی کیا ''مت'' مرگئی تھی کہ وہ ایسے حرام کام کہ جس کا حرام ہونا قرآن وحدیث سے ثابت ہو، ان حرام کام کے کرنے کی صرف ''کم ہمتی'' کے بہانے سے اجازت دے رہے ہیں۔ تھانوی صاحب اسلامی قوانین کی حفاظت اور تجدید کے لیے مجدد بن کر تشریف نہیں لائے تھے بلکہ اسلامی

قوانین کی تذلیل اور تہلیک کرنے والے **''مجدد الضلالات''** یعنی ''گمراہی کے مجدد'' ضرور تھے۔

(٦) رشوت لینے کے لیے تھانوی صاحب نے دوسری وجہ **''ضرورت ہی سمجھتے ہو''** بتائی ہے۔ یعنی بڑی بے حیائی اور بے شرمی سے شریعت مطہرہ کے قانون کی دھجیاں اڑائی ہیں۔ واہ صاحب! واہ! گناہ کا دروازہ کتنی آسانی سے کھول دیا۔ **''ضرورت ہو''** کا کیسا آسان بہانہ ڈھونڈھ نکالا۔ چوری کرنے والا یہی بہانہ پیش کریگا کہ یار! کیا کروں! ضرورت ایسی پڑ گئی کہ چوری کرنی پڑی۔ مکان کا پانچ مہینے کا کرایہ ادا کرنا تھا، قرضداروں نے شدت سے تقاضے شروع کردیے تھے، گھر میں کھانے پینے کی اشیاء ختم تھیں، بیوی روز صبح بیدار ہوتے ہی یاد دلاتی تھی کہ گھر میں آٹا نہیں، تیل نہیں، چاول نہیں وغیرہ۔ جیب میں دس روپیے تک نہیں تھے۔ ضروریات نے چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔ کیا کروں اور کیا نہ کروں؟ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا طریقہ اپناؤں۔ بھلا ہو تھانوی صاحب کا، کہ انھوں نے **''ضرورت ہی سمجھتے ہو تو، رشوت لے لو''** فرما کر جب رشوت لینے کی اجازت عنایت فرمادی ہے، تو رشوت بھی گناہ ہے اور چوری بھی گناہ ہے۔ جب ضرورت ہو تو بقول تھانوی صاحب رشوت لے سکتے ہیں، تو ضرورت ہو تو چوری بھی کر سکتے ہیں۔ لہٰذا پڑوس والے حاجی صاحب بیوی بچوں کے ساتھ عمرہ کرنے گئے ہوئے تھے۔ مکان بند پڑا تھا۔ رات میں اطمینان سے تالا توڑ کر اندر گھس گیا، اور چوری کر لی۔ میں نے چوری صرف اور صرف **''ضرورت ہی سمجھتے ہوئے''** کی ہے۔ ورنہ میں بھی ایک شریف اور نیک آدمی ہوں۔ بھلا ہو، تھانوی صاحب کا کہ انھوں نے ''ضرورت ہو تو'' کی وجہ بتا کر ہماری مصیبت آسان کردی۔

صرف چوری کرنے والا ہی نہیں بلکہ ہر ڈکیٹ، پاکٹ مار، جیب کاٹنے والا، دھوکہ اور فریب دے کر کسی کا مال حاصل کرنے والا، ہر مجرم یہی بہانہ پیش کریگا کہ یہ کام میں نے **''ضرورت ہی سمجھتے ہوئے''** کیا ہے۔

(۷) لگتا ہے کہ تھانوی صاحب نے **"بے حیائی کا جامہ پہن رکھا تھا۔"** ایسے بے حیا لوگوں کی ایک فطرت یہ بھی ہوتی ہے کہ اپنے کسی بے حیائی کے کام پر شرمندہ اور نادم ہونے کے بجائے اپنے بے حیائی کے کام کو متانت، سنجیدگی اور تہذیب میں شمار کرتے ہیں اور اپنے اس فعل پر اعتراض کرنے والے کو بے حیا، بے وقوف، کم فہم اور ناسنجیدہ بتاتے ہیں۔ تھانوی صاحب نے برسرِ عام اپنے وعظ میں کم ہمتی اور ضرورت کی بنا پر رشوت لے لینے کو کہا۔ تھانوی صاحب کی یہ بات عوام المسلمین کے لیے ناقابلِ قبول تھی۔ بچپن سے اب تک یہی سنتے آئے تھے کہ رشوت حرام ہے۔ لیکن یہ مولوی صاحب ہیں کہ صرف ضرورت کی وجہ سے رشوت لینے کی اپنے بیان میں اجازت دیتے ہیں۔ جب تھانوی صاحب کو معلوم ہوا کہ میری تقریر پر لوگ اعتراض کرتے ہیں۔ تو تھانوی صاحب پر لازم تھا کہ وہ عوام کی نکتہ چینی اور عوام میں پھیلنے والی غلط فہمی کا معقول جواب دیتے اور اپنی بات کے مناسب ہونے کے ثبوت میں قرآن و حدیث سے کوئی دلیل پیش کرتے اور عوام کو مطمئن کرتے۔ لیکن تھانوی صاحب نے ایسا کوئی بھی مثبت پہلو اختیار نہ کیا، بلکہ اپنی بیہودہ بات پر تکبّر اور تفاخر کرتے ہوئے اور واقعی مناسب تنقید کرنے والوں کو نافہم قرار دیتے ہیں۔ خود تھانوی صاحب نے ہی اعتراف کرتے ہوئے کہا ہے کہ **"اس پر بعضوں نے کہا کہ یہ کیسے مولوی ہیں جو رشوت کی جازت دیتے ہیں، یہ حال رہ گیا ہے اس زمانہ میں فہم کا"** یعنی تھانوی صاحب کی عنایت فرمودہ رشوت خوری کی اجازت پر دین کا شعور رکھنے والے بعض حضرات نے تعجب اور حیرت کا اظہار کیا کہ ایسی ان سنی اور خلافِ شریعت بات کہنے والا ایسا کون سا مولوی ہے؟ اس پر تھانوی صاحب نے ان لوگوں کی تذلیل و تحقیر کرتے ہوئے فرمایا کہ **"یہ حال رہ گیا ہے، اس زمانہ میں فہم کا"** یعنی مجھ پر اعتراض کرنے ولوں میں فہم، سمجھ، عقل، شعور اور وقوف نہیں، اسی لیے مجھ جیسے عظیم الشان عالم پر اعتراض کر رہے ہیں۔ المختصر! تھانوی صاحب ان معترضین کو ناسمجھ، نافہم، بے عقل اور بیوقوف کہہ رہے ہیں کہ ان میں عقل و فہم نہیں، اسی لیے ہی مجھ پر اعتراض کرتے ہیں۔ **"الٹا**

چور کوتوال کوڈانٹے'' والی مثل کے تھانوی صاحب کامل مصداق بن رہے ہیں۔ یہ تو ایسی بات ہوئی کہ کسی شہر کے خاص اور بڑے بازار میں کوئی شخص مادرزاد عریاں یعنی بالکل ننگا آئے اور اس کی اس نازیبا اور بے حیائی کی حرکت کو تعجب بھری نظروں سے دیکھنے والے مہذب حضرات کے متعلق وہ ننگا یہ کہے کہ اس شہر کے لوگ بڑے بے حیا اور بے شرم ہیں۔ میں ننگا ہوکر نکلا، تو بے حیا لوگ مجھ کو دیکھتے ہیں۔

واہ صاحب! واہ! خود ننگا ہو بر سر بازار نکل کر بے حیائی کا مظاہرہ کرنے پر اپنے آپ کو شرم و حیا کا پتلا اور دیکھنے والوں کو بے حیا کہنے والے شخص کے متعلق یہی کہا جائے گا کہ جناب کی عقل کے **طوطے اڑ گئے** ہیں۔ یہی حال تھانوی صاحب کا ہے کہ رشوت کی بر سر عام اجازت دے کر خلاف شریعت بات کہنے کی بے وقوفی کرنے پر نادم ہونے کے بجائے دوسروں کو بے وقوف کہنے کی مزید بے وقوفی کر رہے ہیں۔

(۸) تھانوی صاحب معترض حضرات کو نافہم کہنے کے بعد اپنی ''نافہمی'' کا دفاع کرتے ہوئے اعلیٰ سے اعلیٰ نافہمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ **''اسی وجہ سے میں فتویٰ نہیں دیتا، ایک رائے بیان کردی، جو میرے نزدیک تھی۔''** اسی کو کہتے ہیں **''ننگا سب سے چنگا''**۔ بے حیا شخص کو کسی بات کا لحاظ نہیں ہوتا۔ وہ اپنے آپ کو بڑا عقل مند اور سلیقہ شعار سمجھتا ہے۔ اس پر اپنے آپ کو حد سے زیادہ دانا ہونے کا خبط سوار ہوتا ہے۔ اور اسی خبط کی وجہ سے وہ مزید بیوقوفی کا مظاہرہ کرتا ہے۔ تھانوی صاحب نے بھری مجلس میں دوران بیان رشوت لینے کی اجازت دی اور اعتراض ہونے پر اپنا دفاع کرتے ہوئے یہ کہا کہ میں فتویٰ نہیں دیتا، اپنی رائے بیان کردی۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ بطور فتوی نہیں بلکہ بطور خود کی رائے خلاف شریعت بات وعظ کی محفل میں کہنے میں کوئی حرج نہیں۔ تھانوی صاحب کی اس الٹی منطق پر عمل کرتے ہوئے کوئی سر پھرا مولوی جمعہ کے دن خطبہ سے پہلے بیان کرے اور بھری مسجد میں دوران تقریر یہ کہے کہ اگر بہت خواہش ہو، تو شراب پی لو۔ اس کی اس بات پر لوگ گرفت

کریں کہ کیا بکتے ہو؟ اور جواب میں وہ مولوی یہ کہے کہ میں نے فتویٰ نہیں دیا، میں نے اپنی رائے بیان کی ہے۔

(۹) **''حسن العزیز''** کی مندرجہ بالا اور زیر بحث پوری عبارت میں سب سے زیادہ خطرناک جملہ تھانوی صاحب نے یہ کہا ہے کہ **''ایک رائے بیان کردی، جو میرے نزدیک تھی''**۔ اس جملہ کا صاف مطلب یہی ہوتا ہے کہ تھانوی صاحب نے رشوت لینے کی جو اجازت دی ہے، وہ از روئے فتویٰ خلاف شریعت ہے، اسی لیے تو تھانوی صاحب صفائی دے رہے ہیں کہ رشوت لینے کی میں نے جو اجازت دی ہے، وہ از روئے فتویٰ تھوڑی دی ہے؟ ارے یہ اجازت تو میری اپنی ذاتی رائے کی بناء پر دی ہے اور یہ رائے چاہے اسلام کے قانون کے خلاف ہے، لیکن میرے نزدیک مناسب ہے۔ تھانوی صاحب کا **''میرے نزدیک''** کہنا، اس بات کی دلیل ہے کہ تھانوی صاحب شریعت کے قانون کے خلاف اور شریعت کے اٹل اصول کے مقابلے میں اپنی ذاتی رائے کو اہمیت دے کر قانون شریعت میں دخل اندازی بلکہ رخنہ اندازی کررہے ہیں۔ **''میرے نزدیک''** کا جملہ فرما کر تھانوی صاحب درپردہ مجددیت کے منصب سے بھی اعلیٰ درجۂ اجتہاد کا دعویٰ کررہے ہیں۔ جیسا کہ امام اعظم و امام شافعی و امام مالک و امام احمد بن حنبل کے درمیان فقہی مسائل میں اختلافات ہیں۔ لہٰذا عام طور سے فقہائے کرام، مفتیان عظام اور علمائے ذی احترام کئی فقہی مسائل میں فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ میں امام اعظم کے نزدیک یہ حکم ہے اور امام شافعی کے نزدیک فلاں حکم ہے۔ لیکن ان عظیم الشان ائمہ عظام نے کبھی بھی اپنی ذاتی رائے کو دخل نہیں دیا بلکہ ہر ہر مسئلہ کے جواز یا عدم جواز یا دیگر حکم کے متعلق انھوں نے ہمیشہ قرآن و حدیث کی دلیل پیش فرمائی ہے اور قرآن و حدیث کی ہی روشنی میں اجتہاد و استنباط فرمایا ہے۔

لیکن تھانوی صاحب نے کئی مسائل میں اپنی ذاتی رائے کو دخل دیا ہے بلکہ قرآن و حدیث کے صاف اور صریح حکم کے خلاف اپنی ذاتی رائے سے کام لیا ہے۔ تھانوی صاحب درپردہ

مجتہد و مجدد کا دعویٰ بڑی دلیری اور آسانی سے کرتے ہیں۔ مجتہدین کرام کی صف میں گھسنے کے لیے کافی **ہاتھ پاؤں مارتے ہیں** لیکن علم کے معاملے میں ایک عام مولوی جتنی بھی صلاحیت نہیں رکھتے۔

(۱۰) **''میرے نزدیک''** کہہ کر تھانوی صاحب **ایک تیر سے دو شکار** کرتے ہیں، ایک تو یہ کہ خود اپنی عظمت شان بیان کرتے ہیں، یعنی کہ یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ علم کے معاملے میں اب تھانوی صاحب ایسے بلند مقام پر فائز ہیں کہ ان کو فقہی مسائل میں **''میرے نزدیک''** کہہ کر مسائل طے کرنے کا حق حاصل ہے۔ دوسرے یہ کہ خلاف شریعت بات بتا کر شرعی گرفت سے بچنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔ اور اس کوشش میں وہ اپنے آپ کو مزید الجھا رہے ہیں۔ جھوٹ کے دلدل سے باہر نکلنے کے بجائے زیادہ پھنس رہے ہیں۔ بلکہ مورد طعن و ملامت بنتے ہیں۔ مشہور مثل ''جاہل فقیر شیطان کا ٹٹو'' میں تھوڑی ترمیم کر کے **''جاہل نام نہاد مجدد ابلیس کا گدھا''** تھانوی صاحب پر آسانی سے چسپاں کی جاسکتی ہے۔ کیوں کہ جب جاہل کے دماغ میں مجدد ہونے کی ہوا بھر جاتی ہے، تو وہ **شیطان کا آلۂ کار** بن کر دین میں بڑی گڑبڑی پھیلاتا ہے۔ دین کو فائدہ پہنچانے کے بجائے نقصان پہنچاتا ہے۔ عوام المسلمین کی اصلاح کر کے ان کو شریعت کا پابند بنانے کے بجائے بگاڑتا ہے اور شریعت کی خلاف ورزی کرنے میں دلیر اور جری بناتا ہے۔ یہی حال وہابی، دیوبندی اور تبلیغی جماعت کے حکیم الامت تھانوی صاحب کا ہے۔ کیوں کہ ان کی سوانح حیات اور ملفوظات پر مشتمل کثیر التعداد کتب میں ایسے سینکڑوں واقعات و اقوال موجود ہیں کہ تھانوی صاحب شریعت کے قانون کے خلاف اپنی ذاتی رائے اور نجی عمل کو اہمیت دے کر مضحکہ خیز احکام گڑھ لیتے تھے۔ یہاں اتنی گنجائش نہیں کہ ان تمام واقعات و اقوال کو پیش کر کے اس کے ضمن میں تفصیلی تبصرہ لکھا جائے۔ تاہم ذیل میں چند واقعات بہت مختصر تبصرے کے ساتھ پیش خدمت ہیں:

ضرر یعنی نقصان سے بچنے کے لیے جھوٹ بولنا جائز ہے!!!

سچ بولنا اور جھوٹ بولنے سے بچنا، یہ اسلام کا ایسا نفیس قانون ہے کہ قرآن شریف اور احادیث کریمہ میں اس کی بڑی تاکید فرمائی گئی ہے۔ بزرگان دین نے ہمیشہ صدق کا دامن تھاما اور جھوٹ سے اجتناب فرمایا۔ **سلطان الاولیاء، شیخ المشائخ، قطب الاقطاب حضور سیدنا محی الدین عبدالقادر جیلانی، غوث اعظم دستگیر بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ** کا مشہور واقعہ ہے کہ آپ بچپن میں ایک قافلہ کے ہمراہ اپنے گھر سے بغداد شریف تحصیل علم کے لیے جا رہے تھے۔ اثناء راہ ڈاکوؤں نے قافلے کو گھیر لیا اور لوٹ لیا۔ حضور غوث پاک کو چھوٹا بچہ سمجھ کر ان کی تلاشی بھی نہ لی۔ صرف پوچھا کہ بچے! تمہارے پاس کچھ مال ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں! میرے پاس چالیس دینار ہیں، جو میری والدہ ماجدہ نے قمیص کی اندر والی جیب میں سی دیئے ہیں۔ اتنا فرمانے کے بعد آپ نے فوراً وہ رقم نکال دی اور سچ بول کر ایک مثال قائم فرما دی۔ ایسی بھاری رقم کے چلے جانے کے نقصان سے بچنے کے لیے بھی جھوٹ نہ بولا بلکہ سچ بولنے کا پرچم لہرایا۔

مگر وہابی، دیوبندی اور تبلیغی جماعت کے نام نہاد مجدد جناب تھانوی صاحب کا فتویٰ برعکس ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

> **فرمایا کہ ایک بی بی کا خط آیا ہے۔ لکھا ہے کہ بعض عورتیں ایسی ہیں کہ وہ قرض لیجاتی ہیں اور پھر واپس نہیں دیتیں۔ اب میں یہ کرتی ہوں کہ جب کوئی قرض مانگنے آتی ہے، کہہ دیتی ہوں کہ میرے پاس نہیں۔ اس جھوٹ سے بچنے کا علاج فرمایا جاوے، میں نے لکھ دیا کہ اس جھوٹ سے گناہ ہی نہیں ہوتا، اسی سلسلہ میں فرمایا کہ ضرر سے بچنے کے لیے جھوٹ بولنا جائز ہے۔**

حوالہ:

(۱) الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ، از: اشرف علی تھانوی، ناشر: مکتبہ دانش دیوبند (یوپی) جلد۴، قسط۵، صفحہ۵۰۰، ملفوظ۹۶۰

(۲) الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ (جدید ایڈیشن) از: اشرف علی تھانوی، ناشر: مکتبہ دانش دیوبند (یوپی) حصہ۸، صفحہ۳۳۴، ملفوظ۴۳۰

(۱۷/شعبان المعظم ۱۳۵۱ھ - بعد نماز جمعہ کی مجلس)

تھانوی صاحب نے عام حکم نافذ کر دیا کہ **"ضرر سے بچنے کے لیے جھوٹ بولنا جائز ہے"**۔ اب ہر شخص جھوٹ بولنا شروع کر دیگا۔ بہانہ مل گیا کہ اگر سچ بولتا ہوں، تو نقصان ہوتا ہے۔ تجارت میں خسارہ ہوتا ہے۔ نقلی مال کوئی نہیں خریدے گا۔ نقلی مال کو جھوٹ بول کر اصلی کہتا ہوں تو فوراً بکتا ہے۔ بھلا ہو تھانوی صاحب کا! کیسا میٹھا اور نفع بخش فتویٰ صادر فرما دیا۔ نقصان سے بچنے کے لیے جھوٹ بولنا جائز قرار دے کر جھوٹے لوگوں پر احسان اور کرم فرمایا۔ کاذبین کی دستگیری فرمائی۔ اب تھانوی صاحب کے طفیل خوب جھوٹ بولیں گے اور خوب تجارت چمکائیں گے۔ اب تو جھوٹ بولنے کا لائیسنس (Licence) مل گیا۔ قیامت تک کی ہماری نسلیں اس لائیسنس کے طفیل خوب جھوٹ بولیں اور خوب کاروبار پھیلائیں، چوری کریں، غبن کریں، خیانت کریں، جو جی میں آئے میں آئے وہ خرد برد کریں، سب تھانوی صاحب کے صدقے اور وسیلے سے روا ہے۔

سود لے لو، پھر آ کر مسئلہ پوچھو

اردو زبان کا مشہور محاورہ ہے کہ **"پانی پی کر ذات پوچھنا"** بے عقل و بے فہم لوگ ہی ایسا کرتے ہیں۔ پہلے کام کر لیتے ہیں، پھر پوچھتے ہیں کہ میں نے جو کام کیا ہے، وہ جائز ہے یا ناجائز؟ لہٰذا عقل مند حضرات ہمیشہ اردو زبان کی اس مثل پر عمل کرتے ہیں کہ **"پانی پیجئے چھان کر، گرو پکڑیئے**

پہچان کر" مگر تھانوی صاحب پانی پی کر ذات پوچھنے کا مشورہ دے رہے ہیں۔ایک شخص نے سود کی رقم کے تعلق سے استفسار کیا، جواب میں تھانوی صاحب نے لکھا کہ کیا کروں؟ یہ بعد میں پوچھنا۔ پہلے لے لو اور لے کر میرے پاس چلے آؤ اور پھر آ کر مسئلہ پوچھنا۔ملاحظہ فرمائیں:

> فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آئرلینڈ سے آیا ہے۔لکھا ہے کہ میں عنقریب ہندوستان آنے والا ہوں اور میرا روپیہ بنک میں جمع ہے۔اس کے سود کو لے کر کہاں خرچ کرنا چاہیے؟ میں نے جواب میں لکھ دیا ہے کہ اس کو لے کر ہندوستان آجاؤ اور پھر آ کر مسئلہ پوچھو۔ایسا جواب اس لیے لکھا کہ نازک مسئلہ ہے، معلوم نہیں تحریر سے کچھ غلط فہمی ہو جاوے۔

حوالہ:

(۱) الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ، از: اشرف علی تھانوی، ناشر: مکتبہ دانش دیوبند (یوپی) جلد۳،قسط۵،صفحہ۴۶۶،ملفوظ ۵۴۷

(۲) الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ (جدید ایڈیشن) از: اشرف علی تھانوی، ناشر: مکتبہ دانش دیوبند (یوپی) حصہ۶،صفحہ۲۵۰،ملفوظ ۳۴۷

(۱۵ر جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ۔پنج شنبہ، بعد نماز ظہر کی مجلس)

واہ! کیا حیلہ ہے، کیا بہانہ ہے! نازک مسئلہ ہے، تحریر سے غلط فہمی ہو جانے کا بہانہ ڈھونڈ ھ نکالا اور سود جیسے مسئلہ میں بھی اپنی لاعلمی کا عیب چھپانے کیلئے **"غلط فہمی ہو جانے کا"** بہانہ پیش کر کے سائل کو کیسا جھانسہ دیا جا رہا ہے۔سائل بینک کے سود کی رقم کو حلال نہیں سمجھ رہا ہے۔اس کے حلال ہونے میں سائل کو تردد ہے۔یہ رقم حلال ہے۔یا حرام؟ اس کا علم نہیں بلکہ غالب گمان حلال نہ ہونے پر ہے۔اسی لئے تو آئرلینڈ (Ireland) جیسے ملک سے تھانوی صاحب کو بذریعہ خط پوچھ رہا ہے۔لیکن

دیوبندی جماعت کا جاہل نام نہاد مجدد ایسا آسان مسئلہ بتانے میں بھی اپنی تخریبی ذہنیت کا مظاہرہ کر رہا ہے۔ بلکہ ایک خطرناک انداز میں مسئلہ بتارہا ہے۔

- **''سود لے کر ہندوستان آجاؤ، پھر آکر مسئلہ پوچھو''** یہ جواب کتنا مہلک اور گمراہی کا دروازہ کھولنے والا ہے، وہ ملاحظہ فرمائیں:

(۱) اگر یہ سود کی رقم لینی حرام ہے، تو پھر لے لینے سے حرام کام کا ارتکاب تو ہوگیا۔ پھر آکر مسئلہ پوچھنے سے کیا فائدہ؟

(۲) اگر یہی طریقہ عام کردیا جائیگا، تو پھر کسی بھی مسئلہ میں عوام کو فعل کے حرام یا حلال ہونے کی معلومات حاصل کرنے کی درکار نہ کریں گے، بلکہ بے دھڑک اس فعل کو کرڈالیں گے اور بعد میں معلوم کریں گے کہ ہم نے جو کام کیا ہے، وہ کام حرام ہے یا حلال؟

(۳) اگر کوئی شخص کسی ایسی عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے، جس سے اس کا نکاح حرام ہے۔ مثلاً بیوی کو طلاق دی ہے اور بیوی ابھی عدت میں ہے اور وہ شخص اپنی سالی سے نکاح کرنا چاہتا ہے، جو شرعاً حرام ہے۔ تو کیا ایسے شخص کو بھی یہی جواب دیا جائیگا کہ پہلے نکاح کرلو، پھر آکر مسئلہ پوچھنا۔

(۴) اسی طرح شریعت مطہرہ کے بیشمار فقہی مسائل جو فعل کے حلال یا حرام ہونے کے تعلق سے ہیں۔ ان مسائل کی کوئی شخص رعایت ہی نہ کریگا بلکہ بے خوف ہوکر اس فعل کا ارتکاب کر ڈالے گا۔ بعد میں پوچھے گا کہ جو کام میں نے کیا ہے، اس کا شرعاً کیا حکم ہے؟

(۵) اگر تھانوی صاحب کو سائل کا پوچھا ہوا مسئلہ یاد نہیں تھا، تو صاف جواب لکھ دینا تھا کہ مجھے مسئلہ یاد نہیں، وہاں کسی عالم سے پوچھ لو۔ یا کم از کم اتنا جواب میں لکھ دینا تھا کہ ابھی سود کی رقم مت لینا، یہاں آکر گفتگو کرنے کے بعد فیصلہ کرنا۔ مگر واہ رے تھانوی صاحب! سائل کو برابر کا پھنسا دیا۔ **''سود لے لو پھر آکر مسئلہ پوچھو''** میں شاید تھانوی صاحب کی یہ سیاست بھی ہوسکتی ہے کہ سود لے لینے کے بعد وہ جب یہاں آئیگا اور میں اس کے حرام ہونے کا مسئلہ

بتادونگا،تو مسئلہ معلوم کرنے کے بعد میرے سامنے وہ شخص ہرگز یہ اقرار نہیں کریگا کہ سود کی حرام کی رقم میں اپنے استعمال میں لاؤنگا، بلکہ مجھ سے پوچھے گا کہ اب اس رقم کا میں کیا کروں؟ تب میں اسے یہ رقم اپنے مدرسہ میں دینے کا مشورہ بلکہ حکم دے کر وہ رقم اس سے لےلونگا۔یا پھراس کوسمجھا بجھا کر اپنے لیئے ہی وہ رقم لےلوں گا۔

کیوں کہ ....!!!!

تھانوی صاحب دوسرے کودی ہوئی رقم کو اپنے لیے ہبہ کرا لینے کیلئے ایسی منطق چھانٹتے تھے کہ دینے والا مجبور ہوجاتا تھااور جس کورقم دی ہوئی ہوتی تھی،اس سے رقم واپس لے لیتا تھااور تھانوی صاحب کودے دیتا تھا۔تھانوی صاحب سے حسن ظن رکھنے والے کسی قاری کوشاید یہ بات ناگوار ہو بلکہ یہ بات تھانوی صاحب پر بہتان،افتراءمحسوس ہو۔لیکن الحمد للہ! ہم بغیر ثبوت وحوالہ کوئی الزام عائدنہیں کرتے بلکہ دلائل وشواہد کے بلبوتے پر ہی مینارتنقید تعمیر کرتے ہیں۔ایک حوالہ قارئین کرام کے زیور گوش وضیافت طبع کی خاطر ایسا پیش کرتے ہیں کہ جس کو ملاحظہ فرما کر تھانوی صاحب کے عقیدے کا قصرالفت بھی متزلزل ہوکر منہدم ہوجائیگا۔اس حوالے سے یہ بھی ثابت ہوگا کہ مکروفریب کےفن میں تھانوی صاحب اپنی مثال آپ تھے۔تھانوی صاحب کی پیدائش ۱۲۸۰ھ ہے۔تھانوی صاحب نے خودفرمایاہے کہ میرا مادۂ تاریخ ولادت ''کرم عظیم'' ہےاوراسے ''مکرعظیم'' بھی کہیئے۔خود تھانوی صاحب نے مادۂ تاریخ ''مکرعظیم'' (Great fraud)کےکئی واقعات بیان فرمائے ہیں۔ ان تمام واقعات کا ذکر یہاں ممکن نہیں۔صرف ایک واقعہ پیش خدمت ہے:

> فرمایا کہ میں ایک مرتبہ گلاوٹھی جاتے ہوئے ہاپوڑ اُترا۔وہاں کے سب انسپکٹر صاحب کوسپاہی نے اطلاع کردی۔انھوں نے اپنے مکان پرٹھہرایااورشبیرعلی کو پانچ روپیہ دینے لگے۔انھوں نے کہا کہ میں بے اجازت نہیں لےسکتا۔ اس پرانھوں نے مجھ سے کہا کہ اجازت دے دیجیئے۔میں نے کہا کہ آپ ان

کے باپ کو دیتے ہیں یا مجھے یا ان کو۔ اگر آپ ان کو دیتے ہیں تو ان کے کام اس لئے نہیں آسکتا کہ ان کا نان ونفقہ ان کے والد کے ذمہ ہے۔ بس اب یہ دینا ان کے والد کو ہوا۔ ان کا نفع پانچ روپیہ کا ہو جاوے گا کہ پانچ روپیہ خرچ کے بچ جاوینگے۔ غرض ان کے کام تو نہ آیا۔ اور اگر ان کے والد کو دینا ہے، تو ان کو خبر بھی نہیں۔ تو جو مقصود ہے ہدیہ کا یعنی باہمی تعلقات کا بڑھنا، وہ حاصل نہ ہوا۔ اور اگر مجھ کو دینا ہے تو میرے ہوتے ہوئے ان کے ہاتھ میں دینا کیا معنی۔ تب انھوں نے بے تکلف کہہ دیا کہ مجھے تو آپ کو دینا مقصود ہے۔ میں نے کہا میرے ہاتھ میں دو۔ چنانچہ انھوں نے مجھے دیئے۔ میں نے لے لیئے۔

حوالہ:

حسن العزیز، مرتبہ: منشی رشید احمد سنبھلی وغیرہ۔ جلد: ۲ کا حصہ: ۳۰، ۲۱/ رجب المرجب ۱۳۳۵ھ بروز یکشنبہ کی مجلس، ملفوظ نمبر: ۶۴۲، صفحہ: ۶۰، مسلسل صفحہ نمبر: ۳۴۸، ناشر: مکتبہ تأليفات اشرفیہ، تھانہ بھون، ضلع: مظفر نگر، (یوپی) اشاعت باردوم، ۱۳۸۶ھ مطابق ۱۹۶۷ء)

مندرجہ بالا واقعہ میں تھانوی صاحب کا مکروفریب کا فن بکمال عیاں ہو رہا ہے۔ تھانوی صاحب شبیر علی نام کے لڑکے کو بحیثیت خادم ساتھ لیکر گلاؤٹھی کا سفر کر رہے تھے۔ راہ میں ہاپور (Hapur) نامی مقام پر ایک پولیس انسپکٹر کے مکان پر ٹھہرے۔ خادم شبیر علی کو انسپیکٹر صاحب نے پانچ روپیہ بطور ہدیہ دیئے لیکن خادم نے اسے قبول کرنے کو تھانوی صاحب کی اجازت پر موقوف کیا۔ لہذا تھانوی صاحب سے انسپیکٹر صاحب نے اجازت طلب کی۔

یہ واقعہ ۱۳۳۵ھ سے پہلے کا ہے۔ کیونکہ اس واقعہ کو تھانوی صاحب نے اپنی ۲۱/ رجب المرجب ۱۳۳۵ھ کی مجلس میں بیان فرمایا ہے۔ یعنی آج سے تقریبا ۹۵/ سال پہلے کا یہ واقعہ ہے۔ اس وقت پانچ روپیہ کی قیمت آج کے حساب سے تقریبا تین ہزار روپیہ تھی۔ روپیہ کی قیمت (Value) سونے (Gold) کی قیمت پر منحصر ہوتی۔ آج سونے کا دام ایک تولے کا بارہ ہزار (Rs:12,000/=) ہے لیکن ۱۳۳۵ھ میں ایک تولے کا دام صرف بیس ۲۰ روپیہ تھی۔ اس حساب سے آج سونے کا دام چھ سو (۶۰۰) گنا زیادہ ہے۔ لہذا اس زمانہ کے پانچ روپیہ کی قوت خریداری (Purchase strenth) اس زمانہ کے اعتبار سے تین ہزار (۳۰۰۰) روپیہ ہے۔ المختصر! ۱۳۳۵ھ کے پانچ روپے ۱۴۲۹ھ (۲۰۰۸ء) کے تین ہزار کے برابر تھے۔

اب مندرجہ واقعہ کے ضمن میں تبصرہ ملاحظہ فرمائیں:

- پولس انسپکٹر نے تھانوی صاحب کے خادم شبیر علی کو پانچ روپیہ ہدیہ دیا۔ تھانوی صاحب کو ناگوار گزرا کہ اتنی بڑی رقم میرے بجائے میرا خادم کیوں لے لے۔ لہذا تھانوی صاحب نے وہ پانچ روپئے حاصل کرنے کیلئے **ہاتھ پاؤں مارنے** شروع کردیئے۔ کیونکہ پانچ روپیہ کی بھاری رقم دیکھ کر تھانوی صاحب کے **منہ میں پانی بھر آیا** تھا لہذا وہ رقم خود کیلئے حاصل کرنے کے لئے بےتکی منطق کے **داؤ کھیلنے** شروع کیے۔
- تھانوی صاحب نے انسپکٹر صاحب سے پوچھا کہ یہ رقم **"آپ ان کے باپ کو دیتے ہیں یا مجھے یا ان کو"**۔ یعنی تھانوی صاحب نے لینے والے تین فریق بتائے۔ (۱) خادم شبیر علی کے والد (۲) خود تھانوی صاحب اور (۳) خادم شبیر علی لیکن تھانوی صاحب نے انسپکٹر صاحب کو سوال کا جواب دینے کی مہلت ہی نہ دی بلکہ سوال کرنے کے بعد تینوں فریق کی حیثیت وکیفیت بیان کرنی شروع کردی۔
- سب سے پہلے خادم شبیر علی کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ **"اگر آپ ان کو دیتے ہیں، تو ان کے کام اس لئے نہیں آسکتا کہ ان کا نان ونفقہ ان کے والد کے ذمہ ہے۔ بس اب یہ دینا**

ان کے والد کو ہوا''۔یعنی تھانوی صاحب خادم شبیر علی کو بیچ سے بالکل ہٹا رہے ہیں کہ شبیر علی ہدیہ لینے کا اہل ہی نہیں کیونکہ شبیر علی کا نان ونفقہ یعنی روٹی کپڑا اور دیگر مصارف شبیر علی کے والد کے ذمہ ہے۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ جس کا نان ونفقہ اس کے والد کے ذمہ ہو، اس کو ہدیہ بے سود اور بے معنی ہونے کی وجہ سے نہیں دینا چاہیئے۔تھانوی صاحب نے اپنے خرد دماغی سے یہ قانون اختراع کیا۔شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں بلکہ یہ قانون تو شرعی وسماجی اعتبار سے بھی قابل مذمت ہے۔تھانوی صاحب کے اس قانون کے حساب سے تو کسی بھی بچہ کو کوئی تحفہ نہیں دیا جائیگا۔کیونکہ عام طور سے بچوں کا نان ونفقہ ان کے والدین کے ذمہ ہوتا ہے بلکہ تجربہ اور مشاہدہ ہے کہ بچوں کو تحائف اور ہدایا دے کر ان کے والدین کو خوش کیا جاتا ہے۔لیکن تھانوی صاحب کی من گھڑت اور اختراعی شریعت میں ان بچوں کو تحائف اور ہدایا نہیں دینا چاہیئے، جن کا نان ونفقہ ان کے والدین کے ذمہ ہے۔

- تھانوی صاحب نے تین فریق سے پہلے فریق یعنی خادم شبیر علی کو ہدیہ لینے کا نا اہل ثابت کر کے کنارے کر دیا۔اب دو فریق بچے۔ایک شبیر علی کے والد اور خود تھانوی صاحب۔اب تھانوی صاحب کی چال بازی ملاحظہ فرمائیں کہ وہ فریق نمبر:۲ یعنی شبیر علی کے والد کو بھی کس طرح راستے سے ہٹا کر اپنے لئے راہ ہموار کر رہے ہیں۔تھانوی صاحب نے خادم شبیر علی کا نان ونفقہ شبیر علی کے والد کے ذمہ ہونے کا بہانہ پیش کر کے کہا کہ **''بس اب یہ دینا ان کے والد کو ہوا''** یعنی ہدیہ دینے والے پولس انسپکٹر صاحب سے تھانوی صاحب نے فرمایا کہ آپ پانچ روپیہ کا جو ہدیہ شبیر علی کو دے رہے ہو، وہ ہدیہ شبیر علی کے بجائے ان کے والد کو دینا ہوا۔آپ تو اپنے گمان میں یہ سمجھ رہے ہیں کہ آپ خادم شبیر علی کو ہدیہ دے رہے ہیں لیکن شبیر علی کا نان ونفقہ شبیر علی کے والد کے ذمہ ہونے کی وجہ سے آپ کا ہدیہ شبیر علی کے بجائے شبیر علی کے والد کو پہونچ رہا ہے۔اور شبیر علی کے والد بھی اس وقت آپ کا ہدیہ لینے کے اہل نہیں۔کیونکہ اس وقت شبیر علی کے والد یہاں موجود نہیں۔اب تھانوی صاحب کی چال بازی اور

دھوکہ بازی ملاحظہ فرمائیں۔

- شبیر علی کے والد یہاں موجود نہیں لہذا ان کو ہدیہ دینا بے معنی ہے ۔کیونکہ بقول تھانوی صاحب''**اور اگر ان کے والد کو دینا ہے، تو ان کو خبر بھی نہیں ۔تو جو مقصود ہے ہدیہ کا یعنی باہمی تعلقات کا بڑھنا، وہ حاصل نہ ہوا**'' یعنی تھانوی صاحب نے سوچی سمجھی ترکیب کے تحت خود ساختہ نیا قانون گھڑ لیا کہ جس کو ہدیہ دینا ہو، اس کا موجود ہونا ضروری ہے کیونکہ اگر وہ موجود نہیں، تو ہدیہ دینے کا مقصد ہی فوت ہو جائیگا۔اور ہدیہ کا مقصود آپس میں تعلقات بڑھانا ہے اور وہ غیر موجودگی میں حاصل نہ ہوگا۔

تھانوی صاحب کی یہ خود ساختہ اصل سراسر اصول شریعت اور **حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم** کی سیرت کے خلاف ہے۔**حضور اقدس** صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں ایسے کئی واقعات صحیح روایات کے ساتھ درج ہیں کہ **حضور اقدس** صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں مقامات غیر بلکہ ممالک غیر سے بذریعہ قاصد اور نمائندہ کے ہدایا و تحائف بھیجے گئے اور ان ہدایا و تحائف کو حضور نے شرف قبولیت سے نوازا۔مثلاً: (۱) اسکندریہ کے بادشاہ مقوقس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے ذریعہ تحائف بھیجے۔

(حوالہ: خصائص الکبری از: علامہ جلال الدین سیوطی، اردو ترجمہ، جلد:۲، صفحہ:۳۴)

(۲) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہ اسکندریہ و مصر مقوقس کے تحائف کو قبول فرمایا۔

(حوالہ: مدارج النبوۃ، از: شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی، اردو ترجمہ، جلد:۲ صفحہ:۳۸۹)

جب اسکندریہ کے بادشاہ مقوقس نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تحائف حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کو دیئے، تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو مدینہ منورہ میں رونق افروز تھے۔حضرت حاطب نے مقوقس سے یہ نہ فرمایا کہ جن کو آپ تحفے دے رہے ہو، وہ اس وقت یہاں موجود نہیں اور نہ ہی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حاطب سے یہ فرمایا کہ جب میں وہاں موجود نہیں تھا، تو تم نے میرے لئے تحفے کیوں قبول کیے ؟ بلکہ ان تحفوں کو قبول فرمایا۔ثابت ہوا کہ جس کو تحفہ دینا ہو،

اس کا موجود ہونا ضروری نہیں۔

لیکن! تھانوی صاحب نے جب دیکھا کہ انسپیکٹر صاحب نے شبیر علی کو پانچ روپیہ بطور ہدیہ دیئے ہیں۔تو تھانوی صاحب کی **آنکھیں چندھیا گئیں**۔وہ رقم اپنے لئے حاصل کرنے کیلئے ہاتھ پاؤں مارنے لگے۔اپنے مادۂ تاریخ ولادت **"مکر عظیم"** کے فن کی مہارت اور تجربہ کو کام میں لائے اور پہلے شبیر علی کو اور پھر شبیر علی کے والد کو ہدیہ لینے کے لئے نااہل ثابت کرنے کیلئے بے تکی اور بے سروپا بلکہ احمقانہ منطق چھانٹی اور سیرت نبوی کے خلاف خودساختہ ضابطہ اختراع کیا۔

❑ فریق اول وفریق ثانی یعنی شبیر علی اور ان کے والد کو بیچ سے ہٹا دینے کے بعد اب فریق ثالث کی حیثیت سے تھانوی صاحب ہی باقی رہے۔جب تھانوی صاحب کا کوئی حریف ہی باقی نہ رہا، تب تھانوی صاحب انسپیکٹر صاحب سے پوچھتے ہیں کہ آپ کا مقصود کس کو دینا ہے؟ حالانکہ اس عبارت کے شروع میں تھانوی صاحب نے انسپیکٹر صاحب سے پہلے بھی پوچھا کہ **"آپ ان کے باپ کو دیتے ہیں یا مجھے یا ان کو؟** لیکن یہ پوچھنے کے بعد تھانوی صاحب نے انسپیکٹر صاحب کو جواب دینے کا موقعہ ہی نہ دیا۔سوال پوچھنے کے بعد خاموش ہی نہ ہوئے تا کہ انسپیکٹر صاحب کچھ جواب دیں بلکہ اپنی بک بک جاری رکھی ۔**"اگر آپ ان کو دیتے ہیں ....الخ"** (آخر تک ۔پوری عبارت غور سے پڑھیں) اور جب اپنی بے تکی منطق کے ذریعہ انسپیکٹر صاحب کو یہ باور کرادیا کہ شبیر علی اور ان کے والد آپ کا ہدیہ لینے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتے ،لہذا آپ کا ان کو ہدیہ دینا بے معنیٰ ہے۔تب جواب کا موقعہ دیا۔اگر پہلی مرتبہ پوچھتے وقت انسپیکٹر صاحب کو جواب دینے کا موقعہ دیتے ،تو ضرور انسپیکٹر صاحب یہی جواب دیتے کہ میں شبیر علی کو ہدیہ دینا چاہتا ہوں۔کیونکہ عبارت کی ابتدأ میں ذکر ہے کہ انسپیکٹر صاحب نے شبیر علی کو ہی ہدیہ دیا تھا اور شبیر علی نے ہدیہ قبول کرنا تھانوی صاحب کی اجازت پر موقوف رکھا تھا اور اسی لئے انسپیکٹر صاحب نے تھانوی صاحب سے اجازت مانگی تھی۔خادم شبیر علی بیچارے کو کیا معلوم تھا کہ انسپیکٹر صاحب نے مجھے جو ہدیہ دیا ہے، اس کو قبول کرنے کو تھانوی صاحب کی اجازت پر موقوف کرنے میں **"لینے کے دینے پڑ جانا"** جیسا

معاملہ پیش آئیگا۔

خیر! تھانوی صاحب نے ذہنی طور پر پوری طرح سے انسپکٹر صاحب کو باور کرا دیا کہ (۱) شبیر علی (۲) شبیر علی کے والد اور (۳) میں یعنی تھانوی صاحب، ان تینوں میں سے پہلے دو ۲ فریق آپ کا ہدیہ لینے کے اہل ہی نہیں اور ان کو ہدیہ دینا بے معنی ہے، تب پوچھا کہ **''کس کو دینا ہے؟''** لیکن اس سوال کے پہلے **''اور اگر مجھ کو دینا ہے تو میرے ہوتے ہوئے ان کے ہاتھ میں دینا کیا معنی؟''** بھی فرما دیا اور اس طرح اب تھانوی صاحب **''منہ سے بات اچکنے''** والے محاورے پر عمل پیرا ہو کر انسپکٹر صاحب سے اپنے لئے فضا ہموار کر رہے ہیں۔ بیچارے انسپکٹر صاحب! کہے تو کیا کہے؟ تین ۳ فریق میں سے دو ۲ فریق یعنی شبیر علی اور ان کے والد تو معطل ہو گئے اور لے دے کر صرف تھانوی صاحب ہی بچے۔ اب ان کے لئے یہ کہے بغیر کوئی چارہ ہی نہ تھا کہ میں آپ کو دینا چاہتا ہوں۔ تھانوی صاحب کو حصول ہدیہ کی منزل نظر آنے لگی۔ لہذا فوراً فرمایا کہ **''میرے ہاتھ میں دو''**۔ پھر آگے فرماتے ہیں کہ **''چنانچہ انھوں نے مجھے دیئے۔ میں نے لے لئے''**۔ واہ! تھانوی صاحب واہ! محنت برابر ٹھکانے لگی۔ انسپکٹر صاحب کو الٹا پلٹا سمجھا بجھا کر ایسا مجبور کر دیا کہ اس نے شبیر علی سے پانچ روپیہ واپس لے کر تھانوی صاحب کو دے ہی دیئے اور تھانوی صاحب **''مال مفت دلِ بے رحم''** والی مثل کے مصداق بن کر شبیر علی کی جیب میں جانے والے انسپکٹر کے ہدیہ کو اپنی جیب کی طرف موڑ کر **''مکر عظیم''** کے فن کی اپنی مہارت ثابت کر دی۔

اب ہم پھر اصل عنون کی طرف لوٹیں:

(۶) اسی لئے ہی آئرلینڈ سے بینک کے سود کے مصرف کے تعلق سے استفسار کرنے والے شخص کو تھانوی صاحب نے جواب میں لکھا کہ **''اس کو لے کر ہندوستان آجاؤ اور پھر آکر مسئلہ پوچھو''** مچھلی کو پھنسانے کیلئے تھانوی صاحب **جال پھینک رہے ہیں**۔ سود کی رقم لے کر میرے پاس آجاؤ، پھر مجھ سے مسئلہ پوچھو۔ آجا، پھنسا جا کے دام فریب اور دام تزویر میں پھنسا نہ لوں تو میرا نام تھانوی نہیں۔ بس ایک مرتبہ میرے پاس آجاؤ۔ پھر دیکھو، میں کیا کیا گل کھلاتا ہوں۔

بقول گنگوہی صاحب:

تھانوی صاحب کو بدعت کا مفہوم ہی معلوم نہیں۔

تھانوی صاحب کی علمی صلاحیت کی تعریف کے پل باندھنے میں دور حاضر کے منافقین **زمین آسمان کے قلابے ملا دینے** میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے اور تھانوی صاحب کو"**مجدد ملت**" اور "**حکیم الامت**" کہہ کر ہر جگہ ان کی علمی لیاقت کا بڑے زور وشور سے ڈھول پیٹتے رہتے ہیں۔ہم نے یہاں تک کے بیان سے اچھی طرح ثابت کر دیا کہ وہابی، دیوبندی اور تبلیغی جماعت کا مجدد اور حکیم الامت صرف جاہل ہی نہیں بلکہ "**اجہل**" یعنی بڑا جاہل اور نہایت بے وقوف تھا۔اب ہم ایک شہادت ایسی پیش کررہے ہیں کہ اس کو قبول کرنے سے کسی کو انکار کی گنجائش ہی نہیں۔

وہابی دیوبندی جماعت کے امام ربانی **مولوی رشید احمد گنگوھی صاحب** کہ جن کو علمائے دیوبند □ قدوۃ العلماء □ زبدۃ الفقہاء □ فخر المحدثین □ قطب العالم □ غوث الاعظم □ اسوۃ الفقہاء □ جامع الفضائل □ مجدد زمان □ وسیلتنا الی اللہ □ شیخ المشائخ □ بے مثل □ بے نظیر □ مجسم نور □ سرتا پا کمال وغیرہ القاب سے نوازنے میں فخر محسوس کرتے ہیں اور جن کی شخصیت دیوبندی مکتبہ فکر کے ہر فرد کے لئے مسلم ہے، وہ **مولوی رشید احمد گنگوھی صاحب** تھانوی صاحب کو ایک خط میں لکھتے ہیں کہ:

> "**اس آپ کے قیاس کو اس پر حمل کیا جائے کہ آپ نے بدعت کے مفہوم کو ہنوز سمجھا ہی نہیں۔کاش ایضاح الحق الصریح آپ دیکھ لیتے یا براھین قاطعہ کو ملاحظہ فرماتے یا یہ کہ تسویل نفس وشیطان ہوئی۔اس پر آپ بدون غور عامل ہوگئے۔اب امید کرتا ہوں کہ اگر آپ غور فرمائیں گے، تو اپنی غلطی پر مطلع ومتنبہ ہو جاویں گے۔**"

حوالہ:

تذکرۃ الرشید، مصنف: مولوی عاشق اللّٰھی میرٹھی، ناشر: مکتبہ الشیخ، محلّہ مفتی، سہارنپور (یوپی) جلد: ۱، صفحہ: ۱۲۲

تھانوی صاحب اور گنگوہی صاحب کے درمیان میلاد شریف اور میلاد میں قیام کرنے کے تعلق سے اختلاف ہوا اور اس میں شرکت کرنا بدعت ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں دونوں کے درمیان ایک عرصہ تک خط و کتابت ہوتی رہی۔ خط و کتابت کا یہ سلسلہ ۱۳۱۴ھ سے ۱۳۲۵ھ یعنی تقریباً گیارہ ۱۱ سال تک جاری رہا۔ ان دونوں یعنی گنگوہی صاحب اور تھانوی صاحب کے خطوط کو گنگوہی صاحب کے سوانح نگار مولوی عاشق الٰہی میرٹھی نے **"تذکرۃ الرشید"** کی **جلد اول** کے **صفحہ: ۱۱۴ سے صفحہ ۱۳۶** تک نقل کیے ہیں اور ان خطوط میں سے صفحہ: ۱۲۲ کی گنگوہی صاحب کی تحریر مندرجہ بالا حوالہ میں پیش کی گئی ہے۔ جس میں گنگوہی صاحب نے صاف لفظوں میں تھانوی صاحب کو لکھا ہے کہ **"آپ نے بدعت کے مفہوم کو ہنوز سمجھا ہی نہیں"** یعنی بقول گنگوہی صاحب ابھی تک تھانوی صاحب کو بدعت کا مفہوم ہی نہیں معلوم۔ تھانوی صاحب کے علم کی قلعی گنگوہی صاحب نے کھول ڈالی۔ دور حاضر کے منافقین جن کو چودھویں صدی کا مجدد اور چودھویں صدی کا سب سے بڑا عالم کہنے میں فخر محسوس کرتے ہیں بلکہ بعض بیوقوف اندھے عقیدت مند تو تھانوی صاحب کو صرف چودھویں صدی کا ہی نہیں بلکہ **اس امت کا سب سے بڑا عالم** کہتے ہیں، اس تھانوی صاحب کی علمی صلاحیت کا پردہ خود ان کی ہی جماعت کے امام ربانی گنگوہی صاحب نے چاک بلکہ تارتار کر دیا اور **گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے** والی مثل ثابت کر دی۔

تھانوی صاحب کی علمی بے مائیگی بلکہ نری جہالت کے ثبوت میں سینکڑوں عبارات پیش کی جاسکتی ہیں لیکن طول تحریر کے خوف سے ہم نے چند عبارات ضیافت طبع قارئین کی خاطر پیش کر کے سبکدوش ہوتے ہیں۔ البتہ پیش کردہ عبارات سے روز روشن کی طرح ثابت ہو رہا ہے کہ وہابی

دیوبندی اور تبلیغی جماعت کا نام نہاد مجدد مولوی اشرف علی تھانوی جاہل تھا۔

''مطالعہ بریلویت'' نامی رسوائے زمانہ کتاب کے مصنف **پروفیسر خالد محمود مانچیسٹری** صاحب کو ہم جواباً یہ پہلا تحفہ دے رہے ہیں۔ امام عشق ومحبت، عاشق رسول، مجدد دین وملت، امام اہلسنت، **مولانا شاہ احمد رضا محقق بریلوی** کے خلاف بے بنیاد اور خود ساختہ الزامات اور اتہامات سے لبریز ان کی رسوائے زمانہ کتاب کے جواب کی یہ پہلی قسط ہے۔ کل آٹھ جلدوں پر مشتمل مانچیسٹری پروفیسر کی کتاب **''مطالعہ بریلویت''** کا مکمل جواب اسی طرح قسط وار دیا جائیگا اور تقریباً ساٹھ ۶۰ سے بھی زائد قسطوں میں تفصیلی جواب مکمل ہوگا (انشاء اللہ تعالی وحبیبہ صلی اللہ علیہ وسلم)

ناظرین کرام کی خدمت میں اطلاعاً عرض ہے کہ ''مطالعہ بریلویت'' کے جواب کی دوسری قسط **''علمائے دیوبند کی محفلیں''** نام سے عنقریب منظر عام پر آئیگی۔ اس کتاب میں تھانوی صاحب کی محفل میں کی جانے والی فحش اور بے حیائی پر مشتمل گفتگو، علمائے دیوبند کے اکابرین کی عشق بازی، شوق لواطت اور مسائل دینیہ سمجھانے کے لیے دی جانے والی فحش مثالیں اور دیگر لغویات پر مشتمل تقریباً ایک سو ۱۰۰ عبارات وحوالے پیش کئے جائیں گے۔ جن کو پڑھ کر پروفیسر مانچیسٹری صاحب کی حالت یقیناً **''چور کی ماں کوٹھی میں سر دے کر روتی ہے''** جیسی ہوگی۔

نہ تم صدمے ہمیں دیتے ، نہ ہم فریاد یوں کرتے
نہ کھلتے راز سربستہ ، نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

مصادر ومراجع

نمبر	نام کتب	مصنفین ،مؤلفین
۱	قرآن مجید	کلام اللہ تعالیٰ
۲	مطالعہ بریلویت	ڈاکٹر خالد محمود مانچسٹری
۳	کلمۃ الحق (ملفوظات تھانوی)	مولوی عبدالحق سکنہ کوٹی
۴	الافاضات الیومیہ۔چار جلدیں	تھانوی صاحب کے ملفوظات کا مجموعہ
۵	الافاضات الیومیہ۔جدید اڑیشن	پانچ جلدیں
۶	حسن العزیز۔جلد سوم	مولوی یوسف بجنوری وغیرہ
۷	حسن العزیز۔جلد اول	خواجہ عزیز الحسن غوری مجذوب ''غوری''
۸	حسن العزیز۔جلد چہارم	مولوی یوسف بجنوری ومولوی محمد مصطفیٰ
۹	فیوض الخلائق	مولوی عبدالخالق ٹانڈوی
۱۰	اشرف السوانح۔جلد،۱	خواجہ عزیز الحسن غوری مجذوب ''غوری''
۱۱	مزید المجید	مولوی عبدالمجید بچھرایونی
۱۲	اشرف السوانح جلد،۳	خواجہ عزیز الحسن غوری مجذوب ''غوری''
۱۳	فتاوی رضویہ (مترجم) جلد،۱۸	امام احمد رضا محقق بریلوی
۱۴	مسند امام احمد	امام احمد بن محمد بن حنبل
۱۵	کنز العمال	امام علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین
۱۶	فتاوی رضویہ (مترجم) جلد،۶	امام احمد رضا محقق بریلوی
۱۷	حسن العزیز جلد،۲	منشی رشید احمد سنبھلی
۱۹	تذکرۃ الرشید	مولوی عاشق الٰہی میرٹھی
۲۰	خصائص الکبری	علامہ جلال الدین سیوطی
۲۱	مدارج النبوۃ	شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی

فہرست مضامین

....